سہ ماہی برقی مجلہ جلد/۱ شمارہ/۱ (جنوری، فروری، مارچ) ۲۰۲۴ء

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ﴾ (سورة عمران: ۱۸)

اللہ نے گواہی دی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں
اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی، اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے،
اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔
(تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن۔ محمد لقمان السلفی)

آزاد ہند ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

Email: ahindeduweltrust8623@gmail.com Regd: 86/23

إقراء باسم ربك الذي خلق

سہ ماہی برقی مجلہ

پیغامِ حیات

جلد نمبر: ۱ شمارہ: ۱

جنوری، فروری، مارچ ۲۰۲۴ء

جمادی الاخری، رجب، شعبان ۱۴۴۵ھ

آزاد ہند ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

بھیما پار، سدھارت نگر، یوپی، (الہند)

AZAD HIND EDUCATIONAL AND WELFARE TRUST

BHIMA PAR, SIDDHARTH NAGAR,

UP INDIA 272207 Email:ahindeduwelftrust8623@gmail.com

پیغام حیات

درس قرآن

پہلی وحی

خلیق اللہ سمیع اللہ الجامعی
متعلم: جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ﴾ (1) ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ (2) ﴿ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾ (3) ﴿ اَلَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴾ (4)﴿ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ (5)

ترجمہ: پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا. جس نے انسان کو خون کے لو تھڑے سے پیدا کیا. آپ پڑھتے رہیں آپ کا رب بڑے کرم والا ہے. جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا. جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ (مولانا محمد جوناگڈھی)

یہ قرآن مجید کی پہلی آیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کئی کئی راتیں خلوت اختیار کرنے لگے۔ وہیں آپ کے پاس ایک فرشتہ آیا (جرائیل علیہ السلام) اور آپ سے کہا: " اِقْرَأْ" "پڑھئے" آپ نے کہا: "مَا أَنَا بِقَارِئٍ" "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔" جبریل علیہ السلام نے آپ کو زور سے دبایا اور پھر وہی لفظ "اِقْرَأْ" کہا۔ آپ وہی جواب "مَا أَنَا بِقَارِئٍ" دیتے رہے۔ تیسری دفعہ زور سے دبانے کے بعد فرشتے نے کہا: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ (1) ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ (2) ﴿ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾ (3) ﴿ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴾ (4) ﴿ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ [العلق: ۱تا۵، (دیکھیے بخاري، باب التفسير: ۴۹۵۳]

1. " اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ" پہلی وحی میں پڑھنے کا حکم دینے سے پڑھنے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

2۔ اللہ تعالی نے پڑھنے کا حکم دیتے وقت اپنے رب ہونے اور پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر فرمایا، کیونکہ سب سے پہلی اور بڑی نعمت پیدا کرنا ہے، باقی تمام نعمتیں اس کے بعد ہیں، خلق ہی نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔ دوسری نعمت رب ہونا، یعنی پرورش کرنا ہے۔ یعنی ان نعمتوں والی ہستی کے نام کی برکت سے پڑھ، اس کی برکت سے تو قاری بھی بن جائے گا۔

3. " الَّذِيْ خَلَقَ "(جس نے پیدا کیا) کا مفعول حذف کر دیا گیا ہے کہ کسے پیدا کیا؟ یعنی جب پیدا کرنا اسی کا کام ہے، تو پھر یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کسے پیدا کیا۔

"خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ" رحم میں قرار

پکڑنے کے بعد نطفہ سب سے پہلے "علقہ" کی شکل اختیار کرتا ہے۔ "عَلِقَ یَعْلَقُ" (سمع) چمٹنے کو کہتے ہیں۔ "عَلَقَةٌ" جما ہوا خون، جو رحم کی دیوار کے کسی حصے سے چپک جاتا ہے۔ "علقہ" کا دوسرا معنی جونک ہے، وہ بھی کسی نہ کسی کو چمٹ جاتی ہے۔ خون کی وہ پھٹکی شکل وصورت میں جونک سے ملتی جلتی ہوتی ہے، اس میں نہ جان ہوتی ہے نہ شعور اور نہ عقل وعلم۔ پھر اللہ تعالیٰ اس حقیر سی پھٹکی سے انسان جیسی عظیم مخلوق پیدا فرمادیتا ہے۔

1. "اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ..." رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہشت زدہ ہو جانے کی وجہ سے دوبارہ فرمایا، پڑھئے! آپ کو وہ پڑھا رہا ہے جس سے زیادہ کرم والا کوئی نہیں۔

2. یہ اس کے کرم کی انتہا ہے کہ اتنی حقیر چیز سے پیدا ہونے والے انسان کو علم جیسی بلند ترین صفت سے نواز دیا، بلکہ قلم کے ساتھ علم سکھایا قلم ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے ساتھ ہر بات کو طویل مدت تک محفوظ رکھا جاسکتا ہے، جس کے ذریعے دنیا کی تاریخ، حساب وکتاب، ہر قسم کا علم اور دینی مسائل اگلی نسل تک پہنچائے جاتے ہیں۔ قلم سے مراد وہ ذرائع ہیں جن سے کوئی بات لکھی جاتی ہے بے شک ان کی کوئی بھی صورت ایجاد ہو جائے۔

سورۃ العلق کے بعض اہداف۔

1. پہلی وحی، اسے "سورۃ اقرأ" بھی کہا جاتا ہے۔

2. علم سیکھنے پر ابھارا گیا ہے۔ پہلی وحی میں "اقرأ" تعلیم کا حکم، تعلیم کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

3. بنیادی علم حاصل کرنا شریعت اسلامیہ میں فرض قرار دیا گیا ہے۔

دلیل۔

"طلبُ العلمِ فريضةٌ على كلِّ مسلمٍ، وإنَّ طالبَ العلمِ يستغفِرُ له كلُّ شيءٍ ، حتى الحيتانِ في البحرِ ". [صحيح الجامع: 5246]

4. **"الذی علم بالقلم..."** اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح زبان بات کو سمجھنے اور سمجھانے کا ایک اہم ذریعہ ہے اسی طرح قلم کی افہام و تفہیم میں بڑی اہمیت ہے مثلاً: دور کے لوگوں کو لکھ کر پیغام دیا جاتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بادشاہوں کو خطوط لکھے۔

الكتب المستفاده:

١ .تفسير ابن كثير.
٢. تفسير القرطبي.
٣. تفسير الطبري.
٤.تفسير فهم القران.

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ [القرآن - سورة الأنفال آيت: 2]

ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

درس حدیث

علم دین نشر کرنے کی فضیلت

عمران احمد عبد الجلیل الریاضی
استاذ: جامعہ اسلامیہ دریاباد

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :" نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي، فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ : إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ، وَمُنَاصَحَةُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ، فَإِنَّ الدَّعْوَةَ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ".

تخریج:-

1- سنن أبي داؤد / كِتَابٌ : الْعِلْمُ / بَابٌ : فَضْلُ نَشْرِ الْعِلْمِ :3660.(مختصرا)

2- سنن الترمذي / أَبْوَابُ الْعِلْمِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ / بَابٌ : مَا جَاءَ فِي الْحَثِّ عَلَى تَبْلِيغِ السَّمَاعِ :2658.

3- سنن ابن ماجة / الْمُقَدِّمَةُ / بَابٌ : مَنْ بَلَّغَ عِلْمًا :230، 231.

سنن ابن ماجة / كِتَابُ الْمَنَاسِكِ / بَابٌ : الْخُطْبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ :3056.

4- مسند أحمد / مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

مسند أحمد / مُسْنَدُ الْمَدَنِيِّينَ / حَدِيثُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ.

ترجمہ:-

ابو عبد الرحمن عبداللہ بن مسعود ہزلی کوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو میری بات کو سنے اور توجہ سے سنے، اسے محفوظ رکھے اور دوسروں تک پہنچائے، کیونکہ بہت سے علم کی سمجھ رکھنے والے علم کو اس تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے ایک مسلمان کا دل دھوکہ نہیں کھا سکتا، (۱) عمل خالص اللہ کے لئے (۲) مسلمانوں کے ائمہ کے ساتھ خیر خواہی (۳) اور مسلمانوں کی جماعت سے جڑ کر رہنا ؛ کیونکہ دعوت ان کا احاطہ کرتی ہے"۔

فوائد:-

1. اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیحت و خیر خواہی بہت اہم کردار ہے۔
2. احادیث مبارکہ کو سننا اور اچھی طرح سے یاد کرنا باعثِ شرف وفضیلت ہے۔
3. علم کے مطابق زندگی بسر کرنا ضروری ہے۔

4. علم کو دوسرے تک پہنچانا فضیلت کی بات ہے۔

5. شاگرد اپنے استاد سے بڑا عالم ہو سکتا ہے۔

6. کبھی کبھی یاد کرنے والا فقیہ نہیں ہوتا ہے (حفظ الگ شیء ہے اور سمجھنا الگ بات ہے)

7. مل جل کر رہنا اور فرقہ بندی سے بچنا ضروری ہے۔

8. حاکمِ وقت کی بغاوت نصیحت و خیر خواہی کے منہج کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اہلِ سنت والجماعت کے منہج کے بھی خلاف ہے۔

9. بعض امور ایسے ہیں جن میں کوئی دھوکہ نہیں ہے۔

10. نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کو منسوب کرنے سے پہلے تاکد وتثبت (یقینی طور سے معلوم کرنا لینا ضروری ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں احادیثِ مبارکہ کو پڑھنے اور پڑھ کر دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

ضروری گزارش

آپ تمام اہل خیر حضرات سے تعاون کی اپیل کی جارہی ہے کیونکہ ۲۰۲۴ء ٹرسٹ کا پروجیکٹ الحمد للہ تیار ہے جس میں تقریبا تین لاکھ کا خرچ ہے جس میں سب سے اہم یہ ہے:

ٹرسٹ نئے تعلیمی سال سے دس غریب طلبہ کی مکمل کفالت کرے گا ساتھ ہی ساتھ یوپی و بہار میں تعلیم کو فروغ دو تحریک شروع کرنے جارہی ہے ، اور اب سے مدارس کے طلبہ کی رہنمائی اعلی تعلیم کی طرف بھی کی جارہی ہے تاکہ ہماری قوم تعلیم کے ہر میدان میں ترقی کرے اس لئے ملک کے بڑی بڑی یونیورسٹیز میں طلبہ کے داخلے کو آسان بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش جاری ہے ، الحمدللہ اس کے علاوہ اور بہت سارے تعلیمی کام ۲۰۲۴ء کے پروجیکٹ میں شامل ہیں۔

اس لئے آپ تمامی حضرات بڑھ چڑھ کر تعاون کریں تاکہ ہم اپنے ٹارگیٹ کو بآسانی مکمل کر سکیں۔

پیشگی معذرت کے ساتھ چند وجوہات کی بناء پر ابھی ٹرسٹ کا اکاؤنٹ نہیں کھل سکا ہے لیکن ان شاء اللہ جلد ہی یہ کام بھی ہو جائے گا۔

پیسے کا سارا معاملہ ابھی ہمارے خازن محترم کے ذمہ ہے آپ انکے اکاؤنٹ میں پیسے بے فکر ہو کر ٹرانسفر کریں اور ایک سلپ ناظم کے واٹساپ نمبر پر ارسال کردیں تاکہ رسید ملنے کے ساتھ ساتھ بطور تاکید ریکارڈ بھی ہو جائے۔

خازن: +917388809160

ناظم : +919554175740

ACCEPTED HERE

Scan & Pay Using PhonePe App

اداریہ

مجلہ پیغامِ حیات

مدیر

دعوتِ دین کے لیے زبان و قلم کی اہمیت و ضرورت محتاج بیاں نہیں، جس طرح خطابت میں ہر عالم دین وطالب علم کو عبور حاصل ہونی چاہیے اسی طرح تحریر میں بھی اسے مہارت تامہ حاصل ہونی چاہیے، ایک خطیب کی گفتگو طاق نسیان کی زینت بن سکتی ہے، لیکن اس کے برعکس لکھی ہوئی چیز کوابدیت کا پروانہ مل جاتا ہے۔

انسانی زندگی میں قلم وتحریر کی بہت اہمیت ہے، قلم کے ذریعہ اپنے خیالات کو دوسروں کے ذہن تک آسانی سے پہونچایا جاسکتا ہے، ہر کوئی اس بات سے واقف ہے کہ فن تحقیق وتالیف میں قلم کا اہم رول رہا ہے اور رہے گا بھی ان شاءاللہ، علم کی وسعت اور کتب کی فراوانی قلم کا عطیہ ہیں، قلم مسائل کی تحقیق اور باطل نظریات کی بیخ کنی کرنے کا ایک آلہ ہے، بذریعہ قلم وتحریر سماج ومعاشرہ کی اصلاح اور قوموں میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ غرض یہ کہ دینی تعلیمات کی نشرواشاعت میں قلم اور تحریر کی بہت اہمیت وضرورت ہے، اس لیئے ہر انسان کو قلم سے اپنا رشتہ استوار کرنا چاہیے ؛تاکہ وہ ایک قلم کار، دین کا خادم اور سماج ومعاشرہ کا مصلح بن سکے۔ انہیں تمام پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے **آزاد ہند ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ** کے ذمہ داران نے سہ ماہی برقی مجلہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے ؛ تاکہ سماج ومعاشرہ میں تعلیمات شرعیہ کی ترویج اور لوگوں میں پھیلی ہوئی بدعات و خرافات کا قلع قمع ہو، مسلم نوجوانوں کو باطل نظریات کی تاریکی سے نکال کر منہج سلف کے روشن عقائد کی طرف توجہ دلائی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ اپنے ان بھائیوں کو جو ابھی تک قلم وقرطاس سے دور ہیں انہیں فن صحافت کی طرف راغب کیا جائے، انہیں قلم چلانا سکھایا جائے، قلم چلاتے وقت جن طلبہ کو خوف محسوس ہوتا ہے ان کے خوف کو دور کیا جائے۔ (اللہ ان تمام مقاصد کو پورا کرے آمین)

قارئین کرام! اللہ کے فضل و احسان سے مجلہ **پیغام حیات** کا پہلا شمارہ آپ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ مجلہ کی ادارت کی ذمہ داری مجھ ناچیز، اور کم علم کے ناتواں کاندھے پر ہے، جس کا میں اہل نہیں، بہر کیف ذمہ داری ملنے کے بعد اس سے فرار بھی سلف کا شیوہ نہیں رہا ہے اس لئے ناچیز بھی بقدر استطاعت اپنی محنتیں اور کوششیں صرف کررہا ہے،

اس سے پہلے کبھی ان جیسی چیزوں کا تجربہ نہیں رہا ہے اس لیے بشری تقاضوں اور عدم تجربہ کی بناء پر غلطیوں کا امکان زیادہ ہے، آپ قارئین سے امید کرتا ہوں کہ کہیں کوئی کمی یا کوتاہی نظر آئے تو اس پر مطلع فرمائیں ان شاءاللہ اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی جایے گی۔

مجلہ کی ترتیب کچھ یوں ہے: درس قرآن وحدیث ،اداریہ، علماء کے علمی و تحقیقی مضامین ،اشعار، مضامین کے اخیر میں خالی صفحات پر اقوال سلف کے اقتباسات۔

تشکر وامتنان

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیئے ہیں جس کی مرضی سے یہ عمل انجام پایا، شکر گزار ہوں اپنے مربی **فضیلت الشیخ ڈاکٹر عبد الباری فتح اللہ المدنی حفظہ اللہ** کا جنہوں نے اعلی منصبی کے باوجود ہمارے اس مجلہ کے عہدۂ اشراف کو قبول کیا تقبل اللہ جھودہ فی الدنیا و الآخرۃ۔

اسی طرح مجلس مشاورت و مجلس ادارت کے تمام ستاروں کا بھی شکریہ جو ہمارے اس مجلہ کو روشن کیئے ہوئے ہیں فجزاھم اللہ خیرا۔

ٹرسٹ کے مدیر اور مجلہ کے مدیر مسؤول **فضیلت الشیخ محمد مجتبی الجامعی** کے بارے میں شکر و سپاس کے لیے جتنے بھی کلمات کاانتخاب کیا جائے کم ہے جن کی جد و جہد و پیہم کوششوں سے ٹرسٹ کا رجسٹریشن اور مجلہ کی اشاعت کا عمل سامنے آیا فجزاہ اللہ خیرا في الدارین۔

بڑی ناانصافی ہو گی اگر اپنے نائب اور معاونین کا شکریہ ادا کرنا بھول جاؤں جن کی کوششیں ہمیشہ ساتھ رہیں۔

کمپوزنگ کی ذمہ داری سنبھالنے والے صاحبان کا بھی ممنون ہوں، اللہ جزائے خیر سے نوازے ہمارے مضمون نگاروں کو بھی جن کے عناوین کی زینتوں سے ہمارا مجلہ مزین ہوا۔

اللہ تمام محسنین واحباب کو بہترین صلہ دے، ہمارے اس مجلہ کو ریاکاری سے بچاتے ہوئے لوگوں کے لیئے مفید اور ہمارے لیئے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔

✵ ✵ ✵ ✵ ✵

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کسی جنازہ میں تھے۔ آپ قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگے حتی کہ زمین آنسوؤں سے تَر ہو گئی۔ پھر فرمایا: «يَا إِخْوَانِي لِمِثْلِ هَذَا فَأَعِدُّوا» ”میرے بھائیو! اس کیلیے تیاری کر لو!“

(سنن ابن ماجه:٤١٩٥، حسَّنه الألباني)

قارئین کے نام ایک پیغام

مدیر مسؤل

صحافت کسی بھی واقعہ کو نشر کرنے یا دوسروں تک پہنچانے کا نام ہے اور اس انداز میں کہ لوگ اسے سمجھ سکیں ، صحافت دراصل عربی زبان کے لفظ "صحف" سے ماخوذ ہے جس کے معنی کتاب یا رسالہ کے ہیں۔

اردو صحافت کی متعدد خصوصیات ہیں جن میں سب سے بڑی خصوصیت اس کی حق گوئی، بے باکی اور بے خوفی ہے۔اردو صحافت سراپا احتجاج پر مبنی صحافت رہی ہے ظلم، نا انصافی، بدعنوانی، امتیازی رویے، سماجی برائیوں اور ہر اس عیب کے خلاف احتجاج بلند کرنا اس کا شیوہ اور وطیرہ رہا ہے جس سے سماج پر غلط اور منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

احوال صحافت :

صحافت کے کئی اقسام ہیں، مثلاً : خبر نگاری، ترجمہ نگاری، خاکہ نگاری، وقائع نگاری، دینی ومذہبی صحافت،ادبی صحافت۔

آج پوری دنیا میں جو جنگ چھڑی ہوئی ہے وہ دراصل صحافت اور میڈیا کے ذریعہ ہی لڑی جا رہی ہے، جسے غزوۂ فکری کہا جاتا ہے۔

چونکہ صحافت کا عوام سے سیدھا رابطہ ہوتا ہے اس لئے لوگ اس کے دوررس اور گہرے اثرات سے متاثر ہو جاتے ہیں، اور پھر وہی دیکھتے ہیں جو صحافت دکھاتی ہے، اور اسی فکر کی طرف چل دیتے ہیں جس طرف صحافت انھیں لے جاتی ہے،یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ دھوکہ میں حقائق وواقعات تک رسائی نہیں کر پاتے جس کی بنا پر نہ جانے وہ کن کن مصیبتوں اور پریشانیوں کے شکار ہو جاتے ہیں،ایسی صورت حال میں صحافت کی اہمیت دوبالا ہو جاتی ہے۔

اور صحافت ہی کے ذریعہ حالات اور ظروف کا مناسب اور غیر جانبدارانہ تجزیہ پیش کرنا، سماج ومعاشرہ میں سلگتے مسائل اور پیش آمدہ واقعات کا صحیح حل نکالنا ہم سب کا اخلاقی فریضہ بن جاتا ہے۔

صحافت ایک بامقصد اور حساس مشن ہے۔ **ڈاکٹر ہمایوں اشرف** مقاصد صحافت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں" : عصر حاضر میں صحافت کا نصب العین ملکی اتحاد، سالمیت کا تحفظ اور سماج میں محبت ویگانگت ، میل جول، بھائی چارہ، سیکولرزم اور رواداری کے جذبات کو مستحکم بنانا ہونا چاہیۓ ("اردو صحافت،مسائل وامکانات ۷۹)

وطن عزیز ہندوستان جہاں مسلمان، ہندو اور دوسرے ادیان کے ماننے والے زندگی گزار رہے ہیں اور اس وقت ملکی پیمانے پر مذہبی رواداری اور آزادی کے جذبات مفقود ہیں، ملک کے کچھ شر پسند عناصر، ملک کے باشندوں کے مابین زہر آلود فضا بنانے میں مصروف ہیں، جس سے لوگ ایک دوسرے کے تئیں بددل ہیں اور نفرت وانتشار کی دیواریں جستہ جستہ مستحکم ہو رہی ہیں، ایسے ماحول میں صحافت کے ذریعہ لوگوں کے مابین امن و راحت، سکون ومحبت، میل جول، ہمدردی اور غم خواری کی خوشگوار فضا پیدا کرنے کی سعی کرنا شرعی، دینی اور اخلاقی تقاضا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب ہندوستان افراتفری اور بحرانی دور سے گزر رہا تھا، برطانوی سامراج "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے اصول پر مسلمانوں اور ہندو کے مابین خلیج کو وسیع سے وسیع تر کر رہا تھا، اور ملک کے باشندگان کو ایک دوسرے کے خلاف بددل اور برگشتہ کر رہا تھا، ایسے پر خطر ماحول میں مولانا ابو الکلام آزادؒ نے ''الہلال'' اور ''البلاغ '' کے ذریعہ ہی ہندوستان میں رہنے والوں کے درمیان ایک دوسرے پر اعتماد، ایثار، بھائی چارہ اور غم خواری کے جذبات کو مستحکم کیا تھا، اس لئے ضرورت ہے کہ صحافت کے ذریعہ وہی رول ادا ہو جسے مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ''الہلال'' اور ''البلاغ '' کے ذریعہ، مولانا شبلیؒ اور مولانا آزادؒ نے ''الندوہ'' کے ذریعہ، مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ نے ''اہلحدیث'' کے ذریعہ، مولانا عبدالحلیم شررؒ نے ''دلگداز'' کے ذریعہ، مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے 'سچ' اور 'صدق' کے ذریعہ، مولانا عبد السلام بستویؒ نے 'الاسلام' کے ذریعہ اور سرسیدؒ نے ''تہذیب الاخلاق'' کے ذریعہ سے ادا کیا ہے۔

یہ اخبارات آسمانی صحافت کے چمکتے دمکتے ستاروں کی مانند ہیں، جن کے نقوش انمٹ ہیں، نیز یہ اخبارات علمی، ملی، قومی، معاشرتی اور تعمیری خدمات کے لحاظ سے نہایت ہی ممتاز ہیں، بنابریں ہمیں بھی اس میدان میں پوری تندہی اور محنت ولگن کے ذریعہ پوری کوشش کرنی چاہیے، اللہ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

''اگر جاہل خاموش ہو جائے تو اختلاف کم ہو جائے''۔
(مدارج السالكين لابن القيم : ٢/٣٧)

(قسط اول)

اسلام کا اجتماعی نظام

فضیلۃ الشیخ ابو حمود عبد السمیع کلیم اللہ المدنی
وکیل الجامعہ: جامعہ اسلامیہ دریاباد

نعمت اسلام پر ہم اللہ کی تعریف و ثنا بیان کرتے ہیں، اسلام پر ثابت قدم رہنے اور اس پر مر مٹنے کا اسی سے سوال کرتے ہیں۔ اس بات میں شک کی گنجائش نہیں کہ اسلام کا خاندانی اور اجتماعی نظام دین اسلام کے نظام کا ایک رکن ہے ، اس انتظامی نظام کی کچھ خصوصیات ہیں جو دوسرے نظاموں سے اس کو ممتاز بناتی ہیں۔

ان خصوصیات میں سے ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مصدر اللہ تعالی کی طرف سے ہے، اللہ تعالی کو ان چیزوں کا زیادہ علم ہے جس سے بندوں کی اصلاح ہوتی ہے اسی بنیاد پر اسلام کا خاندانی اور اجتماعی نظام تناقض سے محفوظ، ظلم سے بری، کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے، اس کا جھکاؤ کسی گروہ، شہر یا فرد کی مصلحت کی جانب نہیں ہے، یہ نظام انسان کو غیر اللہ کی عبادت سے آزادی دلاتا ہے پس حلال وہی چیز ہے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے اور حرام وہی ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے، عبادت کی جملہ اقسام اللہ ہی کے لئے لائق وزیبا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اسلام کا اجتماعی نظام مسلمان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ اپنے تمام اعمال اللہ کی خوشنودی کے لئے انجام دے اور اپنے تمام امور کو اللہ کے حوالہ کر دے۔

انہیں امور میں سر فہرست اسلام کا اجتماعی اور خاندانی منہج ہے جس پر وہ گامزن ہوتا ہے۔ اس نظام پر عمل پیرا ہونا تعبدی امر ہے مسلمان اللہ کی شریعت پر عمل کرتا ہے اللہ کے لئے اپنی نیت میں اخلاص پیدا کرتا ہے اپنے اس عمل پر اللہ سے ثواب کی امید رکھتا ہے اس کے بالمقابل جو شخص اسلام کے اس اجتماعی نظام سے روگردانی کرتا ہے وہ اللہ کی طرف سے عقوبت کا مستحق ہوتا ہے۔

اس اجتماعی اور خاندانی نظام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ نظام شامل ہے، یعنی مسلم سوسائٹی میں تمام افراد کے تعلقات کو منظم اور مستحکم بناتا ہے اور تمام مشکلات کا حل پیش کرتا ہے کیوں کہ شریعت اسلامیہ اور اس کے اصول اس اجتماعی نظام کے اصول کو شامل ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَبَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ﴾ [النحل : ۸۹](اور ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے)۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابن الجوزی رحمہ اللہ کا قول ہے :" **لكل شيء من أمور الدين؛ إما بالنص عليه ، أو بالإحالة على ما يوجب العلم ؛ مثل بيانه وإجماع المسلمين**" یعنی دینی امور کے تمام چیزوں کو شامل ہے یا تو اس پر نص قائم کیا ہے یا اس کی جانب ایسے اسلوب میں احالہ اور اشارہ کیا ہے جو موجب علم ہو، مثال کے طور پر رسول اللہ علیہ وسلم کا بیان آپ کی تشریح و توضیح اور مسلمانوں کا اجماع (زاد المسیر فی علم تفسیر 2/367)

اسلام کے اس اجتماعی نظام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ نظام تمام لوگوں کے لئے عام ہے ہر زمانہ اور مکان اور ہر حال میں اس کی تطبیق درست اور ممکن ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿ قُلْ يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ [الاعراف: ۱۵۸](آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف سے اللہ کا بھیجا ہوا ہوں)

اسلام آخری دین ہے اس کے بعد کوئی دین نہیں آۓ گا،اس لئے ضروری ہے کہ ہر زمان و مکان کے لئے وہ صالح اور درست ہو۔

اسلام کے اس اجتماعی اور خاندانی نظام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اعتدال، ثبات و بقا، لچک اور عدل پایا جاتا ہے، پس یہ اجتماعی نظام غلو اور تقصیر کے مابین اعتدال اور وسطیت کا داعی اور علم بردار ہے، جس کا بیان اس آگے آرہاہے۔

اس اجتماعی اور خاندانی نظام کی ایک بڑی خصوصیت ہے کہ یہ انسانی فطرت کے مطابق ہے اور بشری طبیعت کی اس میں رعایت برتی گئی ہے، دنیوی زندگی کے ساتھ وہ مکمل تعامل کرتا ہے اس میں جو بھی خیر وشر، عقل، نفس اور روح پائی جاتی ہو۔

سابقہ بیان سے اسلام کے اجتماعی اور خاندانی نظام کی معرفت کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے، اس نظام کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جارہاہے:

★ اسلام میں اجتماعی زندگی کا مفہوم۔

★ مسلم سوسائٹی کا معنی۔

★ اسلام اجتماعی روابط اور اخلاق کا اہتمام کرتا ہے جو سوسائٹی کے افراد کے مابین

★ اجتماعیت کو قوت دیتا ہے۔

★ اسلام نے صلہ رحمی پر زور دیا ہے۔

★ اسلام نے پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت برتی ہے۔

★ اسلام نے انسان کی تکریم کا خیال رکھا ہے۔

★ اسلام نے اخلاق کو اہمیت دی ہے اور سوسائٹی میں اس کے کردار کو نمایاں کیا ہے۔

★ .اسلام نے مسلمانوں کے آپسی اور غیروں کے ساتھ تعلقات مضبوط کرنے کی ترغیب دی ہے۔

★ اسلام نے عورت، بچے، والدین، بیوی وغیرہ جس سے اجتماعی روابط کو تقویت ملتی ہے اس کا خاص خیال رکھا ہے۔

اسلام میں اجتماعی زندگی کا مفہوم کیا ہے؟

اسلامی سوسائٹی اسے کہتے ہیں جس میں مسلمان اپنی زمین میں سکونت پذیر ہوں اسلامی رابطہ ان کو جوڑتا ہو، اسلامی شریعت اور اس کے احکام کی روشنی میں ان کے امور حل پاتے ہوں، حاکم وقت ان کے حالات اور مسائل کی نگہداشت کرتا ہو۔

اسلام نے صحیح اور سالم عقائد کے ذریعہ اصلاح نفوس پر اکتفا نہیں کیا اور صرف عبادات جو رب سے بندوں کے تعلقات کو مضبوط بناتے ہوں ان کو مشروع قرار دینے پر بس نہیں کیا بلکہ نفوس کو اخلاق حسنہ اور صفات عالیہ سے مزین و آراستہ کیا، اجتماعیت کے قواعد کی سب سے بہتر شکل میں مضبوط بنیاد رکھی، انسان کے بارے میں اس کا نظریہ ہے کہ لوگوں سے الگ تھلک زندگی گزارنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا اس کی تخلیق تمدن پر مبنی ہے جماعت کے ساتھ زندگی بسر کرنا اور زندگی کے مصالح کو باہمی تعاون سے پورا

کرنے کی اسے ذمہ داری سونپی گئی، سعادت و کامرانی کے وسائل اختیار کرنے پر ایک دوسرے کے تعاون پر زور دیا گیا ،قرابت داروں کے حقوق کی اسلام نے رعایت کی ہے، نان ونفقہ اور میراث کو محکم نظام میں ثابت کیا ہے، انسانوں کے ساتھ نیکی واحسان کر کے سعادت مندی پر ابھارا ہے، انسانی مروت اور مکارم اخلاق کے ذریعہ ازدواجی رشتہ کو ایسے حقوق سے جوڑ دیا جن کے ذریعہ زوجین سچی محبت اور خوشگوار زندگی بسر کرنے پر قادر ہوں، دوسرے روابط کی بھی اصلاح کی، وہ ہے پڑوسی کا رابطہ اور تعلق، اس کے علاوہ بہت سی چیزیں ہیں جو اجتماعی نظام کو خلل سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اس گفتگو سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے بعض اجتماعی روابط کے سلسلہ میں گفت و شنید کے ذریعہ اجتماعیت کا اہتمام کیا ہے، اخلاق پر زور دیا ہے جس سے سوسائٹی کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے، اجتماعی روابط اور اخلاق جن سے سوسائٹی کے افراد کو تقویت ملتی ہے اس کے اہتمام کی شکل یہ ہے کہ تمام افراد صلہ رحمی کا خیال رکھیں، صلہ رحمی کی تعریف میں ابن الاثیر کا قول ہے:

"هو كناية عن الإحسان إلى الأقربين من ذوى النسب والأصهار والعطف عليهم والرفق بهم والرعاية لأحوالهم ولو بعدوا وأسائووا،وقطع الرحم ضد ..." النهاية في غريب الحديث والأثر ١٩١/٥- ابن الأثير، (ت ٦٠٦)۔

صلہ رحمی اس بات سے کنایہ ہے کہ تمام قرابت داروں کے ساتھ (چاہے وہ نسبی ہوں یا رشتہ سے جڑے ہوں) احسان کیا جائے ان کے ساتھ عطف و مروت کو ملحوظ رکھا جائے، ان کے حالات کی رعایت کی جائے ان کی خبر گیری کی جائے اگر چہ وہ دور ہوں اور سوء ادب کا معاملہ کرتے ہوں، رشتہ کاٹنا ان تمام امور کی ضد ہے۔

اسلام نے اجتماعی روابط کا خاص خیال رکھا ہے انہیں روابط میں صلہ رحمی کا اہتمام ہے، شریعت اسلامیہ نے صلہ رحمی کی فضیلت کو بیان کیا ہے ان فضائل میں ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ صلہ رحمی، اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا شعار ہے نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه "**[بخاری(٦١٣٨)] جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ صلہ رحمی کو لازم پکڑے۔

صلہ رحمی، عمر کی زیادتی اور رزق کی کشادگی کا سبب ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے : **" من أحب أن يسبط له في رزقه وينسأ له في أثره فليصل رحمه"** [بخاری (٥٩٨٦) مسلم (٢٥٥٧)] جسے یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور عمر میں اضافہ کر دیا جائے وہ صلہ رحمی کو لازم پکڑے۔

صلہ رحمی کے ذریعہ بندہ اللہ سے جڑ جاتا ہے، صلہ رحمی دخول جنت کا سب سے بڑا سبب ہے، صلہ رحمی اللہ کی اطاعت ہے جو دین کے محاسن میں شمار ہوتی ہے، اسلام صلہ رحمی، نیکی واحسان، اور رحمت کا دین ہے، اسلام صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتا ہے، رشتہ کاٹنے سے روکتا ہے، اس سے مسلمانوں کے مابین باہمی الفت و محبت پیدا ہوتی ہے وہ لوگ آپس میں مربوط ہوتے ہیں دیگر زمینی نظام کے برعکس جس میں ان حقوق کی رعایت نہ کی گئی ہو۔ اجتماعی روابط کا اسلام نے اس طرح اہتمام کیا ہے کہ پڑوسیوں کے حقوق کی

رعایت برتی ہے، پڑوسی کا حق ثابت کیا ہے، پڑوسی وہی ہے جو شرعی اعتبار سے تمہارے پڑوس میں رہتا ہو، مسلمان ہو یا کافر، نیک ہو یابد، فاجر ہو یا فاسق، دوست ہو یا دشمن محسن ہو یا مسیئ، نفع بخش ہو یا نقصان دہ، قریبی ہو یا اجنبی، اصطلاح میں یہی پڑوسی کہلاتا ہے، پڑوسی کے کئی مراتب ہیں، بعض ایک دوسرے سے بڑے ہیں اس میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے، اس کی قرابت داری، اس کے دین اور تقویٰ کے لحاظ سے اس کی حالت یا اس کے مستحق ہونے کے اعتبار سے اس کو حق دیا جائے گا۔

اسلام میں پڑوس اور پڑوسی کا مفہوم صرف رہائشی پڑوس پر منحصر نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ عام ہے، تجارت میں، بازار میں کھیتی میں، آفس میں اور پڑھنے پڑھانے کی میز پر اور رفیق سفر کو بھی شامل ہے، بلکہ بیوی کو بھی یہ مفہوم شامل ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول کی تفسیر میں وارد ہے: **وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ** " [النساء : ٣٦] (اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسائے سے اور پہلو کے ساتھی سے) پڑوس کا مفہوم ممالک اور سلطنت کو بھی شامل ہوتا ہے، ہر ملک کا پڑوسی ملک پر حق جوار ہے۔

پڑوس کا مفہوم ہمارے دین میں ایک عام اور شامل مفہوم ہے، اسلام نے پڑوسی کو وصیت کیا ہے اور اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کیا ہے، اسلام میں اس کی حرمت کو محفوظ رکھا گیا ہے، اور اس کے بہت سے حقوق میں اخلاق قوانین اور انسانی شریعت میں جو متعارف نہیں تھے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿**وَ اعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَمَى وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا**﴾ [النساء : ٣٦] اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو، رشتہ داروں سے، یتیموں سے، مسکینوں سے، قرابت داروں سے، ہم سایوں سے، اجنبی ہم سایوں سے، پہلو کے ساتھی سے، راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں (غلام اور کنیز) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا)۔

قرابت دار پڑوس، جس کے درمیان تمہاری قرابت داری ہو، دور کا پڑوسی، عرف میں جس کو پڑوسی شمار کیا جاتا ہو تمہارے اور اس کے گھر کے درمیان فاصلہ ہو، نبی ﷺ کا فرمان ہے: " **مازال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه**" [متفق عليه] یعنی مجھے گمان ہوا کہ اللہ کی جانب سے ایسا پیغام آجائے گا جس سے پڑوسی کے مال کا پڑوسی وارث ہو جائے گا۔

پڑوسی کے لئے وصیت کا مطلب ہے کہ اس سے برائی روک لو۔ اس کے ساتھ خیر و بھلائی کرو، پڑوسی کے اسلام میں بہت سارے حقوق ہیں۔

اسلام نے اجتماعی رابطہ کا اہتمام کیا ہے جو اس اجتماعی اور خاندانی نظام کے ستون میں سے ہے، پڑوسی کے بہت سے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کو تکلیف سے دور رکھا جائے، نبی صلی لا الہ سلم کا فرمان ہے:

"**والله لا يؤمن والله لا يؤمن، والله لا يؤمن ! قيل**

:من يا رسول الله ؟ قال: من لا يأمن جاره بوائقه "[رواه البخاري]اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتا، لوگوں نے سوال کیا وہ کون ہے ؟ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے: "لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه" جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

پڑوسی کے حقوق میں درج ذیل امور داخل ہیں۔

اس کی حفاظت کرنا اس کے ساتھ احسان کرنا، احسان میں یہ کافی نہیں کہ اپنے پڑوسی سے اذیت روک لی جائے یا کسی ظالم کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے روک دیا جائے بلکہ اس کے حق میں یہ امر بھی داخل ہے کہ احسان کی تمام شکلوں کے ذریعہ اس کے ساتھ احسان کیا جائے، نبی ﷺ کا فرمان ہے : " من كا يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم جاره" (صحيح بخاري 6019)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کی تکریم کرے۔

پڑوسی کے ساتھ احسان کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ مصیبت کے وقت اس کی تعزیت کی جائے، خوشی کے وقت مبارک بادی پیش کی جائے، حالت مرض میں اس کی تیمارداری کی جائے اس سے سلام کا آغاز کیا جائے، ملاقات کے وقت طلاقت وجہ سے پیش آیا جائے، دنیوی اور اخروی فائدے کی اس کو رہنمائی کی جائے، اور مختلف طرح کے احسانات اس کے لئے جاری اور روا رکھے جائیں۔

پڑوسی کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کی اذیت کو برداشت کیا جائے ہمارے دین کی یہ بہت اعلیٰ صفت اور بلند اخلاق ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کے مابین اجتماعی نظام پر زور دیا ہے، اجتماعی روابط اور اخلاق جو سوسائٹی کے افراد کے مابین تعلقات کو مضبوط بناتے ہیں اسلام نے انسان کی تکریم کا لحاظ رکھا ہے، اور اس نے انسان کی تکریم جس طرح سے کی ہے کسی بھی دنیاوی نظام میں اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

کتاب وسنت میں بہت سی دلیلیں اس بارے میں وارد ہیں ان دلائل میں اللہ رب العالمین کا فرمان ہے :
﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى كَثِيرٍ ممن خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ [الاسراء : ۷۰]

(یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی)۔

ہمارے دین میں انسان کی تکریم کی گئی ہے اللہ رب العالمین کا یہ کرم واحسان ہے کہ اس نے انسان کی ہر طرح سے تکریم کی ہے، علم کے ذریعہ عقل تمیز، شکل وصورت، رسولوں کی بعثت، کتابوں کے نزول اور ان کے لئے زمین کی تمام چیزوں کو مسخر کر کے انسان کی تکریم کی ہے۔

اسلام نے انسان کی تکریم کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے تمام لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کو واجب قرار دیا ہے، اسلام میں عدل کا بہت بلند مقام ہے،

اسلام کے اجتماعی اور خاندانی نظام کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے، عدل وانصاف کی فضیلت اور ظلم سے تحذیر کے بیان میں کتاب وسنت میں متعدد دلائل وارد ہیں، اللہ تعالیٰ نے عدل کا تاکیدی اور پر عزم حکم دیا ہے، اپنی کتاب میں عدل کا حکم دینے والی آیات کو مکرر ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ﴾ [النحل : ۹۰] اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عدل کے حکم کے ساتھ اس کی مخالفت سے ڈرایا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾ [المائدة: ۸] (کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے)

لوگوں سے تمہاری دشمنی ان پر ظلم کرنے پر تمہیں آمادہ نہ کردے اور اس بات پر کہ تم ان کے ساتھ عدل کو ترک کردو۔

اسلام میں عدل کا ایک مظہر یہ ہے کہ عدل کا حکم دینے میں تنوع پایا جاتا ہے، عدل کا حکم قول، اور لوگوں کے مابین قضا کو شامل ہے، ان پر واجبات اور شرعی تکالیف کو فرض کرنے کو بھی، اور ان کے لئے شریعت سازی کو بھی فتوی اور شہادت دینے کو بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءِ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ﴾ [النساء : ۱۳۵] (اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوشنودی مولا کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ داروں عزیزوں کے)

عدل قائم کرنے میں سستی اور غفلت سے ڈرایا ہے، یعنی دل میں نرمی، رقت اور قرابت کا خیال نہ رہے، خالص اللہ کی رضا کے لئے عدل قائم کیا جائے، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عبادت ایسا اخلاق ہے اس سے متصف انسان کو اپنے نفس پر اور تمام لوگوں کے مابین حسب استطاعت عدل قائم کرنے پر آمادہ کرتا ہے، شریعت نے تمام اعمال میں وجوہ احکام کو بیان کیا ہے، اس مقصد سے کہ حقوق ان کے اصحاب تک پہونچا دیئے جائیں، قاضی حضرات کے نزدیک اسلامی شریعت قائم کرنا ہمارے دین میں عدل کا شاندار مظہر ہے، حق کی تمیز کے لئے، لوگوں کے مابین نزاعی امور میں صاحب حق کی تعیین کے لئے۔

اسلام نے قاضی کی شروط اور صفات متعین کی ہے جس کے اندر یہ شروط جمع ہوں وہ اس عظیم امانت کا اہل ٹھہرے گا، عدل کا حکم دینا امت کے تمام افراد کو شامل ہے، صرف حاکم اعلیٰ پر منحصر نہیں کہ اپنی رعایا کے ساتھ عدل کرے اور صرف قاضی پر نہیں کہ اپنے فیصلے میں عدل کرے بلکہ افراد امت پر واجب ہے کہ، والد اپنے گھر میں اپنی اولاد کے مابین، بیوی اپنے شوہر کے گھر میں، سید کے گھر میں نوکر کے لئے عدل کو لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے، قریبی انسان ہو یا دور دراز کا، قوی ہو یا ضعیف، موافق ہو یا مخالف، اسی طرح سے عدل کا حکم دیا گیا ہے، حالت جنگ ہو یا حالت امن، بیع وشرا اور سارے احوال میں اور تمام امور میں اسلام میں انسان کی تکریم کا ایک مظہر اور ایک معیار ہے وہ ہے تقویٰ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يايها النَّاسُ إِنَّا

خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ [الحجرات : ١٣] (اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، کنبے قبیلے بنا دیئے ہیں اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے، یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے)

اسلام میں تفاضل اور تکریم کا معیار تقویٰ ہی ہے، اسلام نے لوگوں کے مابین تمایز اور تفاضل کو دیگر ممیزات کو مہمل قرار دیئے بغیر تقویٰ کا معیار قرار دیا، کسی رنگ، جنس، عرق میں تمیز کے بغیر، اسلام لوگوں کو اس طرح سے دیکھتا ہے کہ وہ سب تفاوت (اہلیت) میں برابر ہیں، حق کو قائم کرنے اور حق پانے میں سبھی لوگ مساوی ہیں اس امر پر کتاب وسنت کے دلائل وارد ہیں۔

اجتماعی روابط کا اسلام نے زبردست اہتمام کیا ہے اس کی ایک شکل یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور غیروں کے ساتھ بہتر تعلقات بنانے پر زور دیا ہے، اخلاق کی بلندیاں جنہیں اسلام نے پیش کیا ہے اجتماعی امر کے منظم ہونے میں ان کا بڑا کردار ہے جب امت مکارم اخلاق کی بلندیوں کو پہونچ جائے اور عام لوگوں پر یہ حالت غالب آجائے تو ان کے نفوس پاکیزہ ہو جائیں گے اور اس کے بہتر ثمرات اور نتائج برآمد ہوں گے۔

ایسی فضا میں امن کا دور دورہ ہوگا، الفت ومحبت کا ماحول سازگار ہوگا اور عقول میں اعمال نافعہ جنم لیں گے اس سوسائٹی کا انجام رشد و فلاح تعقل و رفاہیت اور انصاف ہوگا۔ اخلاق جس کو پروان چڑھانے کا اسلام نے اہتمام کیا ہے اور جس کی حدود پر لوگوں کو قائم کیا ہے اور اس کی تعمیل پر لوگوں کو اُبھارا ہے وہ تہذیب اخلاق کا ضامن ہے کیوں کہ اسلامی تربیت کا سوسائٹی کی اصلاح میں زبردست کردار ہے، دین اسلام پر تربیت، اخلاق و آداب پر تربیت میں تہذیب اخلاق پایا جاتا ہے، تہذیب اخلاق اسلام کے اجتماعی نظام کے اصول میں سے ایک عظیم اصل ہے، کیوں کہ یہی سب سے عظیم سبب ہے، جوامت کے افراد کے لئے صالح جماعت کی تشکیل کرتا ہے، مکارم اخلاق نبی صلی اسلام کی صفت تھی، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے﴿ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [القلم : ٤] (اور بے شک آپ بلند اخلاق پر فائز ہیں)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی السلام کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: **"كان خلقه القرآن"**(مسند أحمد 25302) (آپ کا اخلاق قرآن تھا)

اس لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا: **"إنما بعثت لأتمم صالح الأخلاق"** (مسند أحمد 8952) (مجھے بہتر اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے)

اسلام کی سب سے عظیم بنیاد یہ ہے کہ اس نے مکارم اخلاق کی دعوت پیش کی ہے، اخلاق کی تہذیب کا مطلب یہ ہے کہ نفس کی تربیت کی جائے اور اس کو کامل بنانے پر توجہ صرف کی جائے، رشد و ہدایت کی متابعت پر اس کی تدریب کی جائے، عقل سلیم جس کی حقیقت اور صالحیت اور نفع کی شہادت دیتی ہے، اسلام دوسری تمام شریعتوں سے اس معنی میں ممتاز ہے کہ اس نے تمام بر حق فضائل کی بنیادوں پر اپنی عمارت قائم کی ہے، اور انہیں بنیادوں کو مضبوط کرنے پر تمام اقوام کو اُبھارا ہے، اسلام نے

انصاف کو تمام حکام، دعاۃ، اور رعایا کا حق قرار دیا ہے، ہر شخص کے اسلام سے متعلق جو خاص امور ہیں یا مسلمانوں یا دیگر اقوام کے ساتھ معیشت و معاش کے جو حقوق ہیں، یہاں تک کہ حیوانوں کے ساتھ تصرف کرنے میں بھی حقوق کی رعایت ضروری ٹھہرادی ہے، اگر ہم اسلام کے اوامر ونواہی پر نظر ڈالیں تو ہمیں اس کا پتہ چلے گا، اسلام کے اوامر ونواہی پر نظر ڈالنے سے اس کے محاسن اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں، اسلام بڑے عظیم امور کا حکم دیتا ہے، جن سے تمام امور منظم ہو جاتے ہیں اور لوگوں کی حالت درست ہو جاتی ہے، ان اوامر پر اسلام نے بہت بلیغ انداز میں اُبھارا ہے، انہیں اوامر میں سر فہرست یہ حکم ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے کیا تعلق ہو؟ مسلمانوں کا غیر مسلموں سے کیسا برتاؤ ہو؟، اسلام عظمت نفس کا حکم دیتا ہے اپنے سے کمتر مختلف حیوانات کی مشابہت اختیار کرنے سے روکتا ہے، انسان کے مقام ومرتبہ کو بلند کرتا ہے، اسلام توحید خالص اور صحیح عقیدہ کا حکم دیتا ہے، عقل جس کے علاوہ دوسری چیز قبول نہیں کرتی، جس کے بغیر دل مطمئن نہیں ہوتا، عقیدہ جس کو لازم پکڑنے کا اسلام نے حکم دیا ہے وہ انسان کو عظیم بناتا ہے، انسان اپنے دل میں عزت محسوس کرتا ہے، ایمانی حلاوت سے لطف اندوز ہوتا ہے، اسلام انسان کو ستر پوشی کا حکم دیتا ہے، لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کا حکم دیتا ہے، ان کی پریشانیوں کے ازالہ پر ثواب کا وعدہ کرتا ہے۔

اسلام اس بات کا حکم دیتا ہے کہ ہر مسلمان سے سلام کرنے میں پہل کی جائے اور اپنے مسلمان بھائی کی اس کی غیر موجودگی میں مدد کی جائے، جب وہ ظلم کرے تو اسے ظلم سے روک دیا جائے، اسلام مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت، قبروں کی زیارت اور مسلمان بھائیوں کے لئے دعا کرنے کا حکم دیتا ہے، اسلام لوگوں کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے، اور اس بات پر ابھارتا ہے کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، اسلام تمام مخلوقات کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیتا ہے ان کے ساتھ مہربانی کرنے کی تلقین کرتا ہے، اسلام والدین کے ساتھ حسن سلوک، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، صلہ رحمی، پڑوسیوں کی تکریم، حیوانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کرتا ہے، اسلام دوستوں کے ساتھ وفاداری، بیوی اور بچوں کے ساتھ حسن معاملہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اسلام حیاو بردباری، جود وسخا اور حق پر غیرت مند رہنے کی دعوت دیتا ہے، اسلام حکم دیتا ہے کہ مروت، حسن سمت، عدل و انصاف، وعدہ وفا حسن ظن، عفت و استقامت اختیار کی جائے، اللہ کا شکر بجالایا جائے، اللہ سے محبت کی جائے اس کا خوف رکھا جائے، ان کے علاوہ دیگر خوبصورت معانی ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام کے اوامر حد درجہ اہم ہیں ہمارے دین نے اس کی رہنمائی کی ہے، اور یہی دین اسلام کی خاندانی اور اجتماعی نظام کی خصوصیت ہے۔۔۔ (جاری)

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

کرسمس ڈے اسلام کی نظر میں

لقمان احمد مشتاق احمد الجامعی
(متعلم: جامعہ مجمعہ، ریاض)

کرسمس ڈے عیسائیوں کا ایک تہوار ہے جس موقع پر عیسائی عیسی علیہ السلام کی ولادت کی سالگرہ مناتے ہیں، عیسائی عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں (**العیاذ باللہ**) جو 25 دسمبر کو پیدا ہوئے (تاریخ پیدائش کی حقیقت واللہ اعلم)، اسی مناسبت سے وہ لوگ 25 دسمبر کو کرسمس ڈے کے نام پر عید مناتے ہیں۔

کرسمس ڈے کا حکم:-

کرسمس ڈے شرک و کفر پر مبنی تہوار ہے؛ کیونکہ اس عید میں یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ اللہ رب العالمین کے یہاں اس دن لڑکا پیدا ہوا جو کہ انتہائی باطل عقیدہ اور اللہ رب العالمین پر بہتان ہے؛ کیونکہ اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿**قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَد. اللَّهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ. وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ**﴾(سورة الإخلاص)

''آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے، اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔''

اس سورہ میں صاف طور سے واضح کیا گیا کہ اللہ کی کوئی اولاد نہیں، اولاد تو دور کی بات اس کا کوئی ساجھی اور شریک بھی نہیں۔

اسی طرح اللہ ربّ العزت نے عیسائیوں کے اس دعوے "**المسيح ابن الله** "(التوبة:31) (کہ عیسی علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں) کو صرف ان کے منہ کی باتیں قرار دی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، فرمایا: ﴿ **وقالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصارى المسيح ابن الله ذلك قولهم بأفواههم يضاهئون قول الذين كفروا من قبل قاتلهم الله أنّى يؤفكون**﴾ [التوبة:30]

''یہود کہتے ہیں عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے۔ اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی نقل کرنے لگے اللہ انہیں غارت کرے وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں۔''

عیسی علیہ السلام کے زبانی یہ بھی کہلوادیا: ﴿**قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا**﴾ [مریم: 30]

امام سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "**فخاطبهم بوصفه بالعبودية، وأنه ليس فيه صفة يستحق بها أن يكون إلها، أو ابنا للإله**" [تفسير سعدى: 492]

یعنی عیسی علیہ السلام نے اپنی قوم والوں سے اپنے کو عبودیت سے متصف کر کے خطاب کیا، اور یہ کہ ان کے اندر الہ یا الہ کا بیٹا بننے کی صفت نہیں ہے۔

مذکورہ آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اولاد سے بے نیاز ہے۔

عقلی طور سے سوچا جائے تو ہر انسان کو اولاد کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کی اولاد اس کے بڑھاپے کا سہارا بنے، مصائب و مشکلات میں ساتھ دے۔ لیکن اللہ ان تمام ضروریات سے بے نیاز ہے، ہر عیوب و نقائص سے پاک ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اسے کبھی بھی کسی کا سہارا نہیں پھر اسے اولاد کی کیا ضرورت؟

کرسمس کے دن مبارکبادی پیش کرنا۔

جب اس کا منانا ہی شرک ہے تو اس کی مبارکبادی بھی شرک ہے؛ کیونکہ یہ تعاون علی الاثم اور شرک و کفر پر اظہار فرح ہے، جو شخص کسی برائی کے وقوع پر خوشی کا اظہار کرتا ہے تو وہ بھی ان کے ساتھ گناہ میں شریک ہوتا ہے، حدیث ہے

عَنِ الْعُرْسِ ابْنِ عَمِيرَةَ الْكِنْدِيِّ، " عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ، كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا - وَقَالَ مَرَّةً: «أَنْكَرَهَا» - كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا، كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا"

[رواه ابوداود: 4345، (حكم الألباني: حسن)]

عرس بن عمیرہ کندی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" جب زمین میں کوئی نافرمانی کی جائے تو وہاں موجود رہنے والا شخص اس کو ناپسند اور اس کا انکار کیا تو وہ ایسے ہے جیسے اس معصیت سے دور رہا، اور جو غائب اور دور تھا مگر اس نافرمانی کو اس نے پسند کیا تو وہ ایسے ہے جیسے کہ وہ اس معصیت میں حاضر اور موجود تھا۔"

معلوم ہوا جو کسی معصیت کو انجام نہ دے لیکن اس پر خوش ہو تو وہ بھی گناہ گار ہوگا۔

حیرت اس بات کی ہے کہ ایک مسلمان کیسے اس عید میں خوشی منا سکتا ہے اور مبارکبادی دے سکتا ہے! جس کا ایمان ہے ﴿وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا﴾ [سورة الجن: 3]

"اور بیشک ہمارے رب کی شان بڑی بلند ہے نہ اس نے کسی کو (اپنی) بیوی بنایا ہے نہ بیٹا"

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اللہ تمام لوگوں کو شرک و کفر سے بچائے اور توحید پر قائم رکھے۔ آمین

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

ویلنٹائن ڈے کی حقیقت

صادق عتیق صدیقی
متعلم: جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

محبت ایک ایسا لفظ ہے جو معاشرے میں بیشتر پڑھنے اور سننے کو ملتا ہے اسی طرح معاشرہ میں ہر فرد اس کا متلاشی نظر آتا ہے اگرچہ ہر متلاشی کی سوچ اور محبت کے پیمانے جدا جدا ہوتے ہیں لیکن جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات چڑھتے سورج کے مانند واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام الفت و محبت کا دین ہے اسلام چاہتا ہے کہ تمام لوگ الفت و محبت اور اخوت و بھائی چارگی کے ساتھ زندگی بسر کریں مگر قابل افسوس بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں محبت کو غلط رنگ دے کر محبت کے لفظ کو بدنام کر دیا گیا ہے جس کی بناپر معاشرے میں محبت کی بہت ساری غلط صورتیں پیدا ہو چکی ہیں۔

جہاں مغربی معاشرے کے مادر، پدر کا آزاد ذہنیت کی بناءپر جو حال ہو رہا ہے اور مادی ترقیوں اور آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت سے حیوانیت کی سمت بڑھنے کا سفر جاری و ساری ہے وہیں اس کے برے اثرات بھی اسلامی معاشرے پر پڑ رہے ہیں اور اب یہ ہمارے معاشرے میں بھی پھیل چکی ہیں، ہمارے نوجوان غیر مسلموں کے ایجاد کردہ گناہوں سے بھرپور رسم ورواج اور تہواروں کی غلاظت میں ملوث ہو رہے ہیں۔ان ہی غیر اسلامی طور طریقوں میں سے ایک آج کے دور میں عالمی سطح پر محبت کے نام پر "ویلنٹائن ڈے" کا منانا ہے۔

ویلنٹائن ڈے کا آغاز:

ویلنٹائن ڈے کیا ہے اور اس کی ابتدا کس طرح ہوئی؟اس کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں:

ان میں سب سے مشہور روایت یہ ہے: ایک قدیم رومی بادشاہ کلاڈیس نے رومی مردوں کی مطلوبہ تعداد کو اپنی فوج میں شامل کرنے میں کافی مشکلات محسوس کیں کلاڈیس نے جب اس کا سبب تلاش کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ شادی شدہ مرد اپنی بیویوں اور خاندانوں کو چھوڑ کر فوج میں شامل نہیں ہونا چاہتے تو کلاڈیس نے یہ شادیوں سے ممانعت کا فیصلہ صادر کر دیا،اس وقت کے روم کے ایک بڑے پادری "ویلنٹائن" نے اپنے بادشاہ کی بات کو غلط جانتے ہوئے اس کی خلاف ورزی کی اور اپنے گرجا میں خفیہ طور پر محبت کرنے والے جوڑوں کی شادیاں کرواتا رہا کچھ عرصہ بعد یہ بات بادشاہ کو معلوم ہو گئی تو اس نے بتاریخ 14، فروری، 269عیسوئی ویلنٹائن کو قتل کروادیا،اور یوں

یہ ویلنٹائن محبت کرنے کروانے کے سلسلے میں ایک مثالی شخصیت بن گیا.

ویلنٹائن ڈے منانے کا طریقہ:

چوتھی صدی عیسوی تک اس دن کو تعزیتی انداز میں منایا جاتا تھا لیکن رفتہ رفتہ اس دن کو محبت کی یادگار کا رتبہ حاصل ہوگیا اور برطانیہ میں اپنے منتخب محبوب اور محبوبہ کو اس دن محبت بھرے خطوط، پیغامات کارڈز، اور سرخ گلاب بھیجنے کا رواج پا گیا۔ویلنٹائن ڈے "14 فروری" کو بالخصوص یورپ میں یوم محبت کے طور پر منایا جاتا ہے، یوم ویلنٹائن کی تاریخ ہمیں روایات کے انبار میں ملتی ہے اور روایات کا یہ دفتر اسرائیلیات سے بھی بدتر ہے، جس کا مطالعہ مغربی تہذیب میں بے حیائی وبے شرمی کی تاریخ کے آغاز کا اشارہ دیتا ہے.

اس تہوار کے منانے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ اس دن جو بھی جس کے ساتھ محبت کا دعوے دار ہوتا ہے اسے پھولوں کا گلدستہ پیش کرتا ہے اسی طرح غیر محرم لڑکوں اور لڑکیوں کا میل ملاپ بےپردگی وبے حیائی بدنگاہی، فحش ہنسی مذاق کے ساتھ تحفے تحائف کے لین دین سے لے کر فحاشی و عریانی کے ہر مظاہرے کا جتنا ہو سکے کھلے عام یا چوری چپکے پارکوں کلبوں اور ہوٹلوں میں انجام دیا جاتا ہے۔اس دن شراب وکباب کا بے تحاشہ استعمال کیا جاتا ہے، اور پھر اس ناجائز تعلقات کو مضبوط کرنے کیلئے تحائف کا تبادلہ اور آگے بڑھ کر بدکاری تک کی نوبت جیسی برائیاں اس دن کے منانے کے نتائج ہیں۔العیاذ باللہ۔

گزشتہ چند برسوں تک ویلنٹائن ڈے صرف ایک دن منایا جاتا تھا لیکن اب اس میں جدت پیدا کرکے اس کو ویلنٹائن ویک میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔اب 7 فروری سے ویلنٹائن ویک شروع ہوتا ہے جس کا اختتام 14 فروری کو ہوتا ہے۔

7 فروری کو روز ڈے (Rose day)

8 فروری کو پرپوز ڈے (Propose day)

9 فروری کو چاکلیٹ ڈے (Chocolate day)

10 فروری کو ٹیڈی ڈے (Teddy day)

12 فروری کو پرامس ڈے (Promise day)

12 فروری کو ہگ ڈے (Hug day)

13 فروری کو کس ڈے (Kiss day) اور

14 فروری کو ویلنٹائن ڈے (Valentine day) کہتے ہیں۔

افسوس کہ ان تمام دنوں میں دوسروں کی بہن، بیٹیوں کی عزت کو تار تار کیا جاتا ہے، رقص، موسیقی، مے خوری اور بدکاری کے ریکارڈ توڑے جاتے ہیں۔اسلامی تعلیمات کا سرعام مذاق اڑایا جاتا ہے۔

ویلنٹائن ڈے اسلام کی نظر میں:

سب سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ یہ تہوار ایک

خالص عیسائی تہوار ہے، جس میں بے حیائی اور فحاشی کی تمام حدیں پار کر دی جاتی ہیں جبکہ اسلام ایک پاکیزہ اور حیا کو فروغ دینے والا مذہب ہے، جس کی فطرت میں حیا و پاکدامنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے وہ ہر گز اس کی اجازت نہیں دے سکتا، محمد عربی صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: بے شک ہر دین کی کوئی خاص خصلت ہوتی ہے اور اسلام کی وہ خاص خصلت حیا ہے (ابن ماجہ: 4182) تو ایسا مذہب بے حیائی کو کیسے فروغ دے سکتا ہے۔

پوری دنیا میں 14 فروری کو ویلنٹائن ڈے (یوم محبت) کے طور پر منایا جاتا ہے۔ گویا کہ ایک تیر سے دو شکار ، ایک تو مسلمانوں کو تہذیبی طور پر گمراہ کیا جاتا ہے اور اپنی مذہبی رسم میں مسلمانوں کو شامل کرنے کی کوشش ہوتی ہے جس طرح سے نئے سال اور کرسمس ڈے میں کیا جاتا ہے، اور ہمارا مسلم معاشرہ جو دینی تعلیم و تربیت سے دور ہوتا ہے بڑی آسانی سے اس کے دامن فریب میں آجاتا ہے۔

ایک غیرت مند مسلمان کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایک مسلمان کسی بھی قوم کی مشابہت اختیار نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **عَنْ ابْنِ عُمَرَ ﷺ قال:"قال رسول اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"** (رواه أبو داود (اللباس/ 4031) قال الألباني في صحيح أبي داود: حسن صحيح.

ترجمہ: جو بھی قوم کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جشن اور تہوار تو کسی بھی شریعت کا خاص الخاص امتیاز ہوتے ہیں۔ اس میں اہل کفر سے مشابہت ان کی خاص چیز میں مشابہت ہے جو بسا اوقات انسان کو کفر کی حد تک پہنچا دیتی ہے۔
(اقتضاء الصراط المستقیم، 1/ 528,529)

غیر محرم لڑکے لڑکیوں کا آپس میں ملنا جو کہ سراسر حرام ہے ذرا سوچیں آپ جس کی بہن بیٹیوں کے ساتھ وہ نازیبا اور گندی حرکتیں کر رہے ہیں اگر کوئی شخص آپ کی بہن بیٹیوں کے ساتھ وہی حرکت کرے تو کیا آپ دیکھنا گوارہ کریں گے ؟ نہیں بالکل نہیں تو بھلا کوئی دوسرا شخص کیسے گوارہ کرے گا کہ آپ ان کی بہن بیٹیوں کے ساتھ ویسی گندی حرکتیں کریں۔ آپ نے اِس دن کے انتظار سے پہلے یہ کیوں نہیں سوچا کہ آپ جس دن کا شدت کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں آپ کی بہن بھی شاید اسی دن کا انتظار کر رہی ہو؟

اس لیے کسی بھی مسلمان کو بوس و کنار، خلوت اور ادھر اُدھر نظریں مارنے پر مشتمل زنا کے ابتدائی مراحل کے بارے میں سستی اور کاہلی نہیں برتنی چاہیے؛ کیونکہ انہیں کی وجہ سے انسان زنا میں ملوّث ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ [الإسراء:32]

ترجمہ: زنا کے قریب بھی مت جاؤ، کیونکہ یہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔

نظروں کو حرام راستے پر استعمال کرنا شیطان کے کامیاب ترین حملوں میں شمار ہوتا ہے؛ اس کی وجہ سے انسان ہلاکت وتباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے، اگرچہ ابتداء میں برائی کا ارادہ نہ بھی ہو۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے مؤمنوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ)وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾[سورة النور:30]

ترجمہ:اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مؤمنین مردوں سے کہہ دیں کہ :اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں،یہ ان کیلئے زیادہ پاکدامنی کا باعث ہے، بیشک اللہ تعالی تمہارے اعمال سے بالکل باخبر ہے اور آپ مؤمنہ خواتین سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

ان آیات پر غور کریں کہ اللہ تعالی نے کس طرح نظروں کی حفاظت کیساتھ شرمگاہ کی حفاظت کو منسلک کیا ہے،اور اس کیلئے شرمگاہ کی حفاظت کا حکم دینے کے بجائے پہلے آنکھوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا کیونکہ نظریں دل کیلئے پیغام لیکر آتی ہیں۔

اسی طرح یہ حدیث غیر محرم عورتوں سے ہاتھ ملانے کے گناہ کی شدت کو سمجھانے کے لیے کافی ہونی چاہیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لأن يَطعَنَ أحدُكُم بِمخيط ٍ مِن حَديدِ خَيرٌ له مِن أن يَمسَ اِمرأة لا تُحلُ لَهُ"[السلسلة الاحاديث الصحيحة/حديث226]

ترجمہ: تُم میں سے کسی کو لوہے کی کنگھی اُس کے جِسم میں داخل کر کے زخمی کر دیا جائے تو یہ اِس سے بہتر ہے کہ اُس کا ہاتھ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔

ویلنٹائن ڈے یہ محبت کا مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ محبت تو ایک پاکیزہ انسانی جذبہ ہے جو بندہ مومن کے دل میں اللہ رب العالمین اور اس کے رسول ﷺ کیلئے پیدا ہوتا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ:قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ" [صحيح بخارى كتاب الإيمان حديث15]

ترجمہ: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے والدین،اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔

اور اسی طرح دنیاوی محبت ودوستی جس کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن مقدس میں واضح طور پر ارشاد فرمایا:

﴿اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَئذ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ [سورة الزخرف:67]

ترجمہ: گہرے دوست اس (قیامت کے) دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیز گاروں کے یعنی اسلامی تعلیمات کے مطابق محبت و دوستی کرنے والے قیامت کے دن بھی ایک دوسرے کے دشمن نہ ہونگے ان کی دوستی قیامت کے دن بھی قائم رہے گی؛ کیونکہ اسلام میں قانون یہ ہے کہ اگر کسی سے محبت کی جائے تو وہ اللہ کی رضا کی خاطر اور اگر کسی سے بغض رکھا جائے تو وہ بھی اللہ کی رضا کی خاطر اس سے واضح ہوا کہ اسلام محبت کا درس دیتا ہے لیکن ایسی محبت نہیں جو ہوس پرستی میں رنگی ہو بلکہ خالص اللہ کیلئے محبت ہو۔ معلوم ہوا کہ بندہ مومن کی محبت سطحی نہیں ہوتی لیکن اہل مغرب نے اس کو اپنی خواہشات نفسانی کے حصول میں بدنام کیا ہے۔

مشہور کہاوت ہے کہ جو برائی کو نہیں جانتا وہ ایک نہ ایک دن برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے برائی سے بچنے کیلئے برائی کو برا جاننا ضروری ہے، اور برائی کی طرف لے جانے والے اسباب کی نشاندہی بھی لازمی امر ہے تاکہ ایک مسلمان برائی کے ارتکاب سے محفوظ رہ سکے۔

حرف آخر

14/فروری کو منایا جانے والا ویلنٹائن ڈے تہوارِ جدید کے نام سے یورپ کی تہذیبی گمراہی اور ثقافتی بے اعتدالیوں کا شاخسانہ ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے بالآخر جنسی آوارگی، بے ہودگی اور خرافات کو مسلسل پراپیگنڈے کے زور پر ایک تہوار بنا دیا ہے۔ مغربی میڈیا نوجوانوں میں اخلاقی نصب العین کے مقابلے میں ہمیشہ بے راہ روی کو فروغ دینے میں زیادہ دلچسپی کا اظہار کرتا ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے ہاں بھی ایک مخصوص طبقہ ویلنٹائن ڈے کے نام پر نوجوان نسل کو بے راہ روی اور بے ہودہ عشق بازی کے مشاغل میں مبتلا کرنے میں مصروف نظر آتا ہے۔

لہذا آج کا نوجوان یاد رکھے کہ اگر وہ آج ہنس ہنس کر گناہ کریں گے تو کل ان کی اولادیں گناہوں کی نحوست کا شکار ہو نگی۔ کتنی افسوسناک بات ہے کہ مسلمان لڑکے لڑکیاں بھی مصنوعی محبت کے جذبہ میں یہ دن منائیں اور ویلنٹائن کارڈ، سرخ غبارہ، چاکلیٹ، مصنوعی دل اور سرخ پھول سے لے کر بے حیائی و بے پردگی کے میل ملاپ تک تمام فحاشی و عریانی کو بخوشی قبول کریں۔"اناللہ و انا الیہ راجعون "۔

اخیر میں اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں اللہ اور اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کے ساتھ خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے اور تمام بے راہ روی کے شکار اور ہوس کے پجاری نوجوانوں کو توفیق دے کہ وہ بے حیائی اور فسق وفجور والی زندگی سے توبہ کر کے شرعی احکامات کی پابندی کے ساتھ ساتھ پاکیزہ اسلامی زندگی گزارنے کا عزم کریں۔آمین یا رب العالمین۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

غیر شرعی نکاح: حلالہ، متعہ، مسیار

فاروق عبد اللہ نراین پوری
(استاد جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ، ممبرا، ممبئی)

انسان چاہے کسی بھی مذہب کا پیروکار ہو، حتی کہ ملحد اور لبرل ہی کیوں نہ ہو اسے نکاح کی ضرورت ہے۔ یہ انسان کی فطری ضرورت ہے، اور ہر مذہب و معاشرے میں اس کے کچھ طور طریقے ہیں، رسم ورواج ہیں، قواعد وضوابط ہیں، جن کی روشنی میں ہونے والی شادی کو سماج اور معاشرے میں قبولیت کا درجہ ملتا ہے، ان قوانین کو فالو کیے بغیر اگر کوئی جوڑا ازدواجی رشتہ قائم کرے تو سماج ومعاشرہ اسے میاں بیوی نہیں، زانی وزانیہ مانتا ہے۔

اللہ تعالی نے لوگوں کی فطرت میں یہ ڈال دیا ہے کہ اس خوبصورت رشتے کو قائم کرنے کے لیے کچھ قاعدے وقانون کی اتباع کی جائے۔

اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں بھی نکاح کے کچھ شروط وضوابط تھے جنھیں کفار ومشرکین فالو کرتے تھے۔ البتہ دوسرے امور کی طرح اس باب میں بھی ان کے یہاں ظلم وتشدد، فساد وبربریت اور ضلالت وگمراہی کا تسلط تھا۔ اسلام آیا تو اس نے انسانی فطرت کے تقاضے کا جہاں حد درجہ خیال رکھا، وہیں اس خوبصورت رشتے کو داغدار کرنے والے تمام امور سے اسے پاک وصاف کیا، ظلم وتشدد پر مبنی تمام طریقوں کو ختم کیا۔ چنانچہ اس زمانے کے بہت سارے رائج نکاح کو حرام اور باطل قرار دیا، جن میں سرفہرست نکاحِ حلالہ اور نکاحِ متعہ ہے۔

ذیل میں اس طرح کے بعض نکاحوں کے شرعی حکم کے بارے مختصر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

(1) نکاحِ حلالہ:

نکاح حلالہ کی تعریف: تین طلاق یافتہ کسی خاتون سے کوئی اس شرط پر نکاح کرے کہ جماع کے بعد اسے طلاق دے دے گا تاکہ وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے۔[النہایہ فی غریب الحدیث لابن الاثیر (431/1)]

شرعاً یہ نکاح حرام اور باطل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی گھناونی حرکت کرنے والے پر اللہ تعالی کی لعنت بھیجی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "**لَعَنَ اللهُ المُحَلِّلَ والمُحَلَّلَ له**"۔

(حلالہ کرنے والے، اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر اللہ تعالی کی لعنت ہو۔) [سنن ابی داود (حدیث نمبر 2076)، وجامع ترمذی(حدیث نمبر 1120)، وسنن نسائی (حدیث نمبر 3416)، سنن ابن ماجه (حدیث نمبر 1935)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (حدیث نمبر 1897) میں اسے صحیح کہا ہے۔]

کیونکہ اللہ تعالی نے مطلقہ ثلاثہ کے لیے اپنے

پہلے شوہر کی طرف رجوع کا جو شرعی طریقہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ شادی کرے، شادی کے وقت دونوں ہمیشہ ساتھ رہنے کی نیت سے بہ رضاو رغبت یہ شادی کر رہے ہوں، اگر بعد میں دوسرے شوہر کی وفات ہو جائے، یا نباہ نہ ہونے کی وجہ سے (پہلے شوہر کے لیے حلال کرنے یا ہونے کی نیت سے نہیں) وہ اسے طلاق دے دے، یا خاتون خلع لے لے، تو اس کے لیے عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا جائز ہے۔

یہ حکم اللہ تعالی نے قرآن کریم کے اندر خود بیان کیا ہے: ﴿ فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىَ تَنكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللّهِ﴾. [سورة البقرة /230]

(اگر وہ اسے ـیعنی اپنی بیوی کو- طلاق دے دے، تو وہ اس کے لیے تب تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ کسی دوسرے شوہر سے شادی نہ کرے۔ اگر دوسرا شوہر اسے طلاق دے دے تو پہلے شوہر اور اس خاتون کے لیے کوئی حرج نہیں کہ دونوں رجوع کر لیں ـیعنی دوبارہ شادی کریں-، اگر دونوں کو لگ رہا ہے کہ وہ اللہ کے حدود کو قائم کر سکتے ہیں۔)

حدیث میں "حَتَّى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" کی تفسیر موجود ہے کہ اس سے مراد جماع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن الزَبیر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کو جو قبل از جماع اپنے پہلے شوہر رِفاعَہ القُرَظی رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹنا چاہتی تھیں کہا تھا کہ "لاَ، حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ، وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ" (نہیں، یہاں تک کہ وہ آپ کی مٹھاس چکھ لیں، اور آپ ان کی مٹھاس)۔ [متفق عليه: صحيح بخاری: 6084، وصحيح مسلم :154/4-155]

اس آیت میں "فَإِن طَلَّقَهَا" کا لفظ دو بار آیا ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح پہلے شوہر نے اپنی رضامندی سے طلاق دی ہے، دوسرا بھی اپنی رضامندی سے ہی طلاق دے، اسے مجبور نہ کیا گیا ہو، اور نہ پہلے ہی ایک رات گزار کر طلاق دینے پر اتفاق کر لیا گیا ہو جیسے کہ اکثر حلالہ کے معاملہ میں دیکھا جاتا ہے۔

نیز پہلے شوہر نے جس طرح ساتھ زندگی گزارنے کی نیت سے شادی کی تھی، طلاق دینے کی نیت سے نہیں، طلاق کی نوبت بعد میں پیدا ہوئی جس بنا پر اس نے طلاق دی اسی طرح دوسرا شوہر بھی ساتھ زندگی گزارنے کی نیت سے ہی شادی کرے، پہلے سے ہی طلاق دینے کی نیت سے نہیں۔

اگر حلالہ کی نیت سے اس نے شادی کی، اور بعد میں طلاق دے دیا تب بھی وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں

ہوگی۔ کیونکہ بظاہر گرچہ یہ شرعی نکاح لگ رہا ہو، لیکن حقیقت میں شرعًا اس نکاح کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ یہ ایک ملعون نکاح ہے، ایسے نکاح کرنے والوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کرایہ کا سانڈ کہا ہے، شوہر نہیں۔ [سنن ابی داود (حدیث نمبر 2076)، جامع ترمذی (حدیث نمبر 1120)، سنن نسائی (حدیث نمبر 3416)، وسنن ابن ماجہ (حدیث نمبر 1935)۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (حدیث نمبر 1897) میں اسے صحیح کہا ہے۔]

نیز اس پر آپ نے اللہ تعالی کی لعنت بھیجی ہے۔

یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد صحابہ کرام نے روایت کیا ہے، مثلا: عبد اللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، علی بن ابو طالب، اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔

مذکورہ صحابہ کرام کی روایات ذکر کرنے کے بعد

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"فهؤلاء الأربعة من سادات الصحابة رضي الله عنهم، وقد شهدوا على رسول الله ﷺ بلعنه أصحاب التحليل، وهم: المحلِّل والمحلَّل له وهذا خبرعن الله فهو خبر صدق، وإما دعاء فهو دعاء مستجاب قطعاً ، وهذا يفيد أنه من الكبائر الملعون فاعلها"**. [زاد المعاد لابن قيم الجوزيه (110/5)]۔

(یہ چار بزرگ صحابہ کرام ہیں، جنھوں نے حلالہ کرنے والے اور جن کے لیے حلالہ کیا جارہا ہے، دونوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا بذات خود مشاہدہ کیا ہے۔ اگر یہ اللہ کی طرف سے ایک خبر ہے تو سچی خبر ہے، اور اگر بد دعا ہے تو یقینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا بارگاہ الہی میں مقبول ہے۔ یہ اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ حلالہ ایک گناہ کبیرہ ہے، اور کرنے والا لعنتی ہے۔)

اوران کے جلیل القدر استاد شیخ الاسلام علامہ ابن

تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"هذه سنن رسول الله ﷺ بينة في أنه لعن المحلل والمحلل له، وذلك من أبين الأدلة على أن التحليل حرام باطل؛ لأنه لعن المحلل فعلم أن فعله حرام؛ لأن اللعنة لا تكون إلا على معصية, بل لا يكاد اللعن إلا فعل كبيرة , إذ الصغيرة تقع مكفرة بالحسنات إذا اجتنبت الكبائر، واللعنة هي الإقصاء والإبعاد عن رحمة الله و لن يستوجب ذلك إلا بكبيرة"**. [بيان الدليل على ابطال التحليل لابن تيميه (ص 323)]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث بالکل واضح ہیں کہ آپ نے حلالہ کرنے وکرانے والے دونوں کے لیے لعنت بھیجی ہے۔ یہ سب سے بین دلیل ہے کہ نکاح حلالہ حرام اور باطل ہے، کیونکہ جب حلالہ کرنے والے پر لعنت بھیجی تو پتہ چلا کہ یہ کام حرام ہے، کیونکہ لعنت صرف گناہ پر ہی بھیجی جاتی ہے، وہ بھی گناہ کبیرہ پر، جہاں تک گناہ صغیرہ کی بات ہے تو یہ کبائر سے

اجتناب کی صورت میں نیکیوں سے دھل جاتی ہیں۔ لعنت کہتے ہیں رحمت الہی سے دوری کو، اور یہ سزا گناہ کبیرہ کے علاوہ کسی دوسرے گناہ کی نہیں ہو سکتی۔)

نیز فرماتے ہیں: **"ثم إنه لعن المحلل له، فبين بذلك أنها لم تحل له بذلك التحليل، إذ حلت له لكان نكاحا مباحا فلم يستحق اللعن عليه، فعلم أن الذي فعله المحلل حرام باطل، وأن تزوج المطلق ثلاثا لأجل هذا التحليل حرام باطل"**۔ [بيان الدليل على ابطال التحليل لابن تيميه (ص 324)]

(جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے پر لعنت بھیجی تو اس سے واضح ہو گیا کہ وہ عورت اس نکاح حلالہ سے حلال نہیں ہو گی، اگر حلال ہو جاتی تو یہ نکاح مباح ہوتا، اور اس پر وہ لعنت کا مستحق نہ ہوتا، اس سے پتہ چلا کہ حلالہ کرنے والے نے جو کام کیا ہے وہ حرام اور باطل ہے، اور تین طلاق دینے والا اگر اس نکاح حلالہ کی وجہ سے اس عورت سے شادی کر لیتا ہے تو یہ شادی بھی حرام اور باطل ہے۔)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس موضوع پر مستقل کتاب تصنیف کی ہے، جس کا نام ہے **"بيان الدليل على ابطال التحليل"**، اس میں انھوں نے اس نکاح کے حرام اور باطل ہونے پر علما کا اجماع نقل کیا ہے۔ [بيان الدليل على ابطال التحليل لابن تيميه (ص 324)]

سلف صالحین کا اسی پر عمل بھی رہا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: **"لَا أُوتَى بِمُحِلٍ، وَلَا مُحَلَّلٍ لَهُ إِلَّا رَجَمْتُهُمَا"**۔ [مصنف ابن ابي شيبه (552/3، ح17080)، و(292/7، ح26191)، واسناده لا باس به۔]

(حلالہ کرنے اور کرانے والے میرے پاس لائے گئے تو میں انھیں رجم کر دوں گا۔)

اور ان کے فرزند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهُ عَمَّنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَهَا أَخٌ لَهُ مِنْ غَيْرِ مُؤَامَرَةٍ مِنْهُ لِيُحِلَّهَا لِأَخِيهِ، هَلْ تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ: «لَا إِلَّا نِكَاحُ رَغْبَةٍ، كُنَّا نَعُدُّ هَذَا سِفَاحًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"**۔ [المعجم الاسط للطبرانی (174/2)، والسنن الكبرى للبيهقى (208/7)۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے "ارواء الغليل" (حدیث نمبر 1898) میں اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

(ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیا ہے، اگر اس کا کوئی بھائی بغیر اس کے ساتھ سانٹھ گانٹھ کیے اس خاتون سے اس نیت سے شادی کرے کہ وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے، تو کیا یہ جائز ہے؟ عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں، صرف بہ رضا و رغبت نکاح کرنا ہی جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم اس طرح کے نکاح کو زنا شمار کرتے تھے۔)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ کا یہ اثر بالکل صریح ہے کہ حلالہ کرنے والا اگر حلالہ کی نیت سے نکاح کرے، ساتھ زندگی گزارنے کی نیت سے نہیں، تو اس سے وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی، حرام ہی رہے گی، چاہے اس نے پہلے شوہر کے ساتھ کوئی اتفاق کیا ہو، یا نہ کیا ہو۔

خلاصہ یہ کہ نکاحِ حلالہ ایک حرام اور ملعون نکاح ہے۔ نیز اس سے کوئی عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال بھی نہیں ہوتی۔

(2) نکاحِ متعہ:

اس کی تعریف میں علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"هو أن يتزوج الرجل المرأة بشيء مسمى إلى أجل معلوم يومًا أو شهرًا أو مدة من الزمان معلومةً على أن الزوجية تنقضي بانقضاء الأجل"**. [الكافى فى فقه اهل المدينه (533/2)۔]

(مرد عورت سے متعینہ مہر کے عوض ایک دن یا ایک مہینہ یا کوئی بھی متعینہ مدت تک کے لیے شادی کرے کہ جیسے ہی وہ متعینہ مدت ختم ہوگی دونوں کے مابین ازدواجی رشتہ ختم ہو جائے گا۔)

ابتدائے اسلام میں بوقت ضرورت اس کی اجازت تھی، لیکن پھر بعد میں اس کی حلت منسوخ ہو گئی، اور قیامت تک لیے اللہ تعالی نے اسے حرام قرار دیا۔ متعدد احادیث میں یہ باتیں مذکور ہیں۔ ذیل میں بعض احادیث کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

1- سبرہ بن معبد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"يا أيها الناس إني قد كنت أذنت لكم في الاستمتاع من النساء، وأن الله قد حرّم ذلك إلى يوم القيامة، فمن كان عنده منهن شيء فليخل سبيله، ولا تأخذوا مما آتيتموهن شيئًا"**۔ [صحيح مسلم (132/4، حديث نمبر 1406)]

(اے لوگوں میں نے تمھیں عورتوں سے متعہ کی اجازت دی تھی، اب اللہ تعالی نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔ اس لیے جس کسی کے پاس ان عورتوں میں سے کوئی عورت ہو تو وہ اس کا راستہ چھوڑ دے، اور جو کچھ تم لوگوں نے انھیں دیا ہے اس میں سے کوئی چیز واپس مت لو۔)

سبرہ بن معبد الجہنی رضی اللہ عنہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں: **"قد كنتُ استمتعتُ في عهد رسول الله ﷺ امرأةً من بَني عامر ببُرْدَين أحمرَين، ثم نهانا رسول الله ﷺ عن المتعة"**۔ [صحيح مسلم (132/4، حديث نمبر 1406)]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بنو عامر کی ایک خاتون سے میں نے دو سرخ چادروں کے عوض نکاح متعہ کیا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نکاح متعہ سے منع فرمادیا۔)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ "المحلی" میں "وأن الله قد حرّم ذلك إلى يوم القيامة" کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ما حرّمَ إلى يوم القيامة فقد أَمِنَّا نَسْخَهُ"۔[المحلی لابن حزم (520/9)]

(جسے قیامت تک کے لیے حرام کردیا گیا ہے اس کے منسوخ ہونے سے ہم مأمون ہوگئے۔) یعنی اب یہ کبھی دوبارہ منسوخ نہیں ہوسکتا۔

2 –ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: "رَخَّصَ رسول الله صلى الله عليه وسلم عام أوطاس في المتعة ثلاثًا ثم نَهَى عنها"۔ [صحیح مسلم (131/4)]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے سال تین دن متعہ کی رخصت دی، پھر اس سے منع فرما دیا۔)

3 –علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نَهَى رسول الله ﷺ عن متعة النساء يوم خيبر وعن أكل لحوم الحمر الإنسية"۔ [متفق عليه:صحیح بخاری (حدیث نمبر 4216)، وصحیح مسلم (134/4)]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔)

یہ تمام احادیث اس بات پر صراحت اور قطعیت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ نکاح متعہ شروع اسلام میں جائز تھا، بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لئے اسے حرام قرار دیا۔ اس کے بعد امت میں یہ ایک متفق علیہ حرام اور باطل نکاح کے طور پر معروف رہا، اور اس کی حرمت پر ہی تمام سلف صالحین کا فتوی اور عمل رہا، یہاں تک کہ بہت سارے علمانے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ مثلا: امام طحاوی، خطابی، جصاص، ابو بکر ابن العربی، ابن عبد البر، بغوی، ابن المنذر، مازری، قاضی عیاض، قرطبیؒ، قسطلانی، وغیرہم نے اس کی حرمت پر علما کا اجماع نقل کیا ہے۔ [دیکھیں: احكام القرآن للجصاص (152/2)، معالم السنن للخطابی (190/3)، شرح السنه للبغوی (78/5)، المعلم للمازری (130/2)، المنہاج للنووی (181/9)، فتح الباری لابن حجر (173/9)، وارشاد الساری للقسطلانی (399/11) وغیرہ۔] لہذا یہ ایک مجمع علیہ حرام نکاح ہے۔

سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اہل بیت کے ائمہ کرام بھی اس کی حرمت پر متفق ہیں، شیعہ امامیہ کے ایک بڑے عالم حسین بن احمد سیاغی نے "الروض النضير

شرح مجموع الفقه الكبير"(217/4) میں "الجامع الكافي" سے فقیہ عراق حسن بن یحی کا قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: **"أجمع آل رسول الله صلى الله عليه وسلم على كراهية المتعة والنهي عنها"**۔

(آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی کراہیت اوراس کی ممانعت پر اجماع کیا ہے۔)

نکاح متعہ کے متعلق ایک شبہے کا ازالہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بعض آثار سے بعض لوگ استدلال کرتے ہیں کہ نکاح متعہ جائز ہے، اور یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کے جواز کے قائل تھے۔

اس میں شک نہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مدت تک اس کے جواز کے قائل تھے۔ ان سے ایک دوسرا قول یہ مروی ہے کہ انھوں نے صرف اضطراری حالات کے شکار افراد کے لئے اسے جائز کہا تھا، مطلقا جائز نہیں کہا تھا۔ [دیکھیں: ارواء الغلیل (حدیث نمبر 1903)]

جب کہ کئی علمانے ان کے بارے یہ دعوی کیا ہے کہ جب انھیں اس حکم کے منسوخ ہونے کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے جواز کے فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ابن عباس رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے لئے اسے مباح کہتے تھے جو نکاح کے لئے مضطر ہوں، تنگ دستی کے شکار ہوں، اور لمبی مدت سے شادی نہ ہو رہی ہو، ایسے لوگوں کے لئے انھوں نے اسے جائز کہا تھا، پھر آپ نے یہ فتوی دینے سے توقف اختیار کر لیا، اور اس فتوے سے رک گئے"۔ [معالم السنن (191/3)]

امام جصاص رحمہ اللہ نے "احكام القرآن" (147/2) میں آیت ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ﴾ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اسے ایک دوسری آیت ﴿**يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ**﴾ نے منسوخ کر دیا ہے۔ امام جصاص اسے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ **"هذا يدل على رجوعه عن القول بالمتعة"**.

(یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے متعہ کے جواز کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔)

اگر بالفرض مان بھی لیں کہ انھوں نے جواز کا فتوی دیا تھا، اور اس سے رجوع نہیں کیا تھا، پھر بھی ان کا یہ فتوی بہت سارے صریح و صحیح احادیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں ہے۔ صحابی کا قول اس وقت حجت ہے جب وہ کتاب وسنت یا ان ہی کے جیسے کسی دوسرے صحابی کے قول کے بر خلاف نہ ہو، اور یہاں سنت رسول کی واضح دلیل موجود ہے کہ یہ قیامت تک کے لئے ایک باطل اور حرام نکاح ہے۔ نیز دوسرے صحابہ کرام نے ان کی مخالفت کی ہے، اوران کے اس فتوے کی وجہ سے ان پر انکار کیا ہے، جیسے کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ان کے اوپر اس فتوے کی وجہ سے سخت انکار امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (ح1406) میں نقل کیا ہے۔

امام مسلم (ح1406) نے ہی مشہور تابعی ابن ابی عمرہ الانصاری رحمہ اللہ (جو کہ مخضرم ہیں) کا قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: "إِنَّهَا كَانَتْ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لِمَنِ اضْطُرَّ إِلَيْهَا، كَالْمَيْتَةِ، وَالدَّمِ، وَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ، ثُمَّ أَحْكَمَ اللهُ الدِّينَ وَنَهَى عَنْهَا"۔

(شروع اسلام میں مردار، خون اور سور کے گوشت کی طرح حالت اضطرار کے شکار لوگوں کے لیے اس کی رخصت تھی، پھر اللہ تعالی نے دین کو محکم کیا اور اس سے منع فرمادیا۔)

یہاں سب سے تعجب خیز پہلو یہ ہے کہ امت میں سے صرف اثنا عشری شیعہ ہی اس کے جواز کے قائل ہیں۔ باقی پوری امت کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ یہ شیعہ حضرات حُبِّ آل بیت کا دم بھرتے ہیں حالانکہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی حرمت کی دلیل موجود ہے، اور خود شیعہ عالم کی گواہی کے مطابق ائمہ اہل بیت کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو علی رضی اللہ عنہ کی واضح حدیث اور ائمہ آل بیت کے اجماع کی مخالفت نہ کرتے۔ اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ یہ صرف زبانی دعوی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

متعہ اور حلالہ کی طرح ہی ایک اور نکاح بعض لوگوں کے یہاں پایا جاتا ہے، وہ ہے: "**الزواج بنية الطلاق**" یعنی طلاق کی نیت سے نکاح کرنا۔ اس میں نکاح کرنے والا ہمیشہ ساتھ زندگی گزارنے کی نیت سے نکاح نہیں کرتا، بلکہ نکاح کے وقت ہی اس کی نیت میں ہوتا ہے کہ متعینہ مدت کے بعد اس لڑکی کو طلاق دے دینا ہے۔ یہ نکاح بھی راجح قول کے مطابق حرام ہے۔ کیونکہ اس میں نکاح کے اہداف و مقاصد کا فقدان ہوتا ہے، یہ شبہِ متعہ ہے جس میں ایک متعینہ مدت کے بعد علیحدگی ہو جاتی ہے، فرق یہ ہے کہ متعہ میں اس کی صراحت ہوتی ہے، اور اِس میں شوہر چال چلتے ہوئے اسے سینے میں ہی پوشیدہ رکھتا ہے، لڑکی کے اولیاء کو بتاتا نہیں تاکہ انھیں دھوکہ میں رکھا جا سکے، اور اپنی ضرورت پوری ہو جانے کے بعد طلاق دے سکے۔ یہ واضح طور پر دھوکہ دھڑی ہے جو مقاصد شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ، شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ اور سعودی فتوی کمیٹی سے اس نکاح کے بارے سوال کیا گیا تو انھوں نے اس کی حرمت کا فتوی دیا۔ ڈاکٹر صالح بن عبدالعزیز آل منصور حفظہ اللہ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے، جس کا عنوان ہے "**الزواج بنية الطلاق من خلال أدلة الكتاب والسنة ومقاصد الشريعة الإسلامية**"، اس میں انھوں نے دلائل کی روشنی میں اس کی حرمت کو ہی راجح قرار دیا ہے۔

(3) نکاحِ مسیار:

نکاحِ مِسیار کی تعریف: ایسا نکاح جس میں نکاح کے تمام شروط وارکان پائے جائیں، لیکن باہمی رضامندی سے بیوی اپنے بعض ازدواجی حقوق، مثلا: رہائش، نان ونفقہ، اور مِبیت (یعنی شوہر کا بیوی کے پاس رات گزارنا، اور ایک سے زائد بیوی ہونے کی صورت میں راتوں کی تقسیم) وغیرہ امور سے دستبردار ہو جائے، صرف دن میں یا

جب اسے فرصت ملے اپنی بیوی کے پاس آئے۔ اور اس نکاح کا اعلان بھی بہت ہی محدود پیمانے پر ہو۔ [دیکھیں: المسائل الفقهيه المستجده فی النكاح للشيخ بدر ناصر السبيعی (ص230)]

عصر حاضر میں اس نکاح کا رواج خوب بڑھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے بہت ساری خواتین نکاح میں تاخیر کی وجہ سے، یا طلاق کے بعد، یا شوہر کی وفات کے بعد دوسری شادی نہ ہونے کی وجہ سے، یا معاشی طور پر مضبوط ہونے اور شوہر کی ماتحتی و نگرانی سے آزاد رہنے کی خاطر چاہتی ہیں کہ جائز طریقے سے جنسی ضرورت بھی پوری ہوتی رہے اور شوہر کے ماتحت اس کی نگرانی میں بھی نہ رہنا پڑے، گھر کے باہر جہاں چاہیں آزادی کی زندگی گزارتی رہیں۔ اسی طرح مرد حضرات کا بھی معاملہ ہے کہ انھیں نکاح کے بعد کی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں اٹھانا پڑتا، اور دوسری، تیسری وچوتھی شادی کی خواہش بھی جائز طریقے سے پوری ہو جاتی ہے۔ اس لئے گزشتہ چند سالوں میں اس نکاح کا رواج خوب بڑھا ہے۔

"نکاحِ مِسیار" یہ ایک نیا نام ہے، متقدمین علما کے یہاں اس نام سے کسی نکاح کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا، البتہ اس کی جو صورتیں بیان کی جاتی ہیں، ان میں سے بعض صورتیں علمائے متقدمین کے یہاں کتب الفقہ میں موجود ہیں، اور اسے وہ "نكاح النهاريات" یا "نكاح الليليات" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

معاصر محقق علما کے مابین یہ ایک مختلف فیہ مسائل میں سے ہے کہ شرعًا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ گرچہ بظاہر اس میں نکاح کے تمام ارکان و شروط پائے جارہے ہیں لیکن شریعت نے نکاح کے جو اہداف و مقاصد بیان کئے ہیں مثلًا: نسلِ انسانی کی افزائش، اولاد کی تربیت، عورت کو شوہر کا مضبوط سہارا، شوہر کی اپنی بیوی پر قوّامیت اور کنٹرول، دونوں کے مابین انسیت، محبت اور سکون، وغیرہ امور اس میں یا تو پائے ہی نہیں جاتے، یا بہت کم پائے جاتے ہیں۔

اس طرح کے نکاحوں میں خاتون صرف اپنے واجبی رہائش، نان نفقے اور بیتوتہ سے ہی دستبردار نہیں ہوتی، بلکہ عموما افزائش نسل سے دور رہنا پسند کرتی ہے، اگر بچے ہوئے بھی تو وہ والد کی تربیت اور الفت و محبت سے محروم ہوتے ہیں، والد کا اپنے بچوں پر کوئی کنٹرول نہیں ہوتا، ایسا بھی دیکھا جاتا ہے کہ غیر اعلانیہ طور پر ایک متعینہ مدت کے لئے یہ نکاح کیا جاتا ہے، اور پھر اپنی ضرورت پوری ہو جانے کے بعد شوہر بیوی کو طلاق دے دیتا ہے، یا بیوی شوہر سے خلع لے لیتی ہے۔ شوہر چونکہ خرچ نہیں کرتا اس لئے بیوی پر اس کا کوئی کنٹرول نہیں ہوتا، وہ جہاں چاہتی ہے آزادی سے گھومتی پھرتی رہتی ہے، نہ شوہر کی نگرانی اور نہ گھر سے باہر جانے کے لیے شوہر کی اجازت، دونوں کے مابین محبت اور سکون نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، یہ اور اس طرح کے دیگر مفاسد کی وجہ سے بہت سارے علما نے اسے ناجائز کہا ہے۔ اسے ناجائز کہنے والوں میں سر فہرست **علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ، ڈاکٹر سلیمان الاشقر، اور شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ ہیں۔ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ** نے اسے پہلے پہل جائز کہا تھا، لیکن جب اس کے مفاسد ظاہر ہونے شروع ہوئے تو آپ نے

اپنے قدیم فتوے سے رجوع کر لیا، اور اس کے ناجائز ہونے کا فتوی دینے لگے۔ **علامہ ابن باز رحمہ اللہ** کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے جواز کا فتوی دینے کے بعد آخر میں اس فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔

علمائے کرام کے فتاوے اور ان کے دلائل دیکھنے کے بعد اقرب الی الصواب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکاح نہ مطلقا حرام ہے، اور نہ مطلقا جائز۔ بلکہ اس میں تفصیل ہے۔ اگر اس میں شرعی محظورات پائے جائیں، مثلا: کوئی تعلیم حاصل کرنے یا تجارت کے غرض سے کسی اجنبی شہر میں مقیم ہو اور وہاں رہنے کی مدت تک کے لئے اس طرح کا نکاح کرے، اور نیت ہو کہ فائنل اگزٹ کے وقت اسے طلاق دے دینا ہے، یا بغیر ولی کے یہ نکاح کیا جائے، یا مخفی طور پر یہ نکاح کرے، یا پہلے ہی سے عدم تناسل (یعنی بچہ نہ لینے) کا ارادہ ہو، یا بیوی شوہر کی قوامیت تسلیم نہ کرے، وغیرہ تو یہ نکاح جائز نہیں۔

اور اگر اس طرح کے مفاسد نہ ہوں، تمام شروط وارکان پائے جائیں، صرف بیوی رہائش، نان ونفقہ اور بیت سے تنازل اختیار کر لے، تو یہ نکاح جائز ہے، چاہے اسے مسیار کہیں یا کوئی دوسرا نام دیں۔ صرف ان چیزوں سے دستبردار ہونے کی وجہ سے اسے ناجائز کہنا درست نہیں، **شیخ سلیمان الرحیلی** اور **شیخ فرکوس حفظهما اللہ** اور دیگر علمائے کرام نے اس صورت میں اسے جائز کہا ہے۔

ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عمر دراز ہونے کے بعد اماں عائشہ کے حق میں راتوں کی اپنی باری سے تنازل اختیار کر چکی تھیں، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اماں عائشہ کے گھر میں دو دن رہتے، ایک دن خود ان کی باری کا، اور ایک دن سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کا۔ [صحيح مسلم: 4/ 17، 1463]

اسی طرح مرض الموت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ اب عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اپنے ایام گزاریں، ازواج مطہرات نے اجازت دے دی، اور آپ اماں عائشہ کے گھر میں رہے۔ [متفق عليه: صحيح بخاری: 198، وصحيح مسلم: 418]

لہذا کسی بیوی کا میت کے اپنے حق سے تنازل اختیار کرنا اور اپنی سوکن کو اپنا حصہ ہبہ کر دینا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح نان ونفقہ اور رہائش کا بھی معاملہ ہے۔ البتہ اگر مستقبل میں عورت اس شرط کو توڑ دے، اور اپنے حقوق کا مطالبہ کرے تو شوہر کے لئے اس کے حقوق پورے کرنا ضروری ہے، وہ عقد کے وقت کی اس رضامندی اور اگریمینٹ کا حوالہ نہیں دے سکتا، اور نہ اپنی ذمہ داری سے بھاگ سکتا ہے۔ ہذا ما ظہر لی، واللہ اعلم، وعلمہ اتم واحکم۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

گاؤں ودیہات میں خطبہ جمعہ کا حکم

محمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ الجامعی

لا تصح الجمعة الا في مصر جامع ،أو في مصلى المصر، ولا تجوز في القري لقوله عليه السلام " لا جمعة ولا تشريق ولا فطرولا أضحى إلا في مصر جامع.

[الهداية2/108، المبسوط 2/23، بدائع الصنائع2/188]

جمعہ صرف شہر کی جامع مسجد یا شہر کے مصلی میں ہے اور گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ جمعہ، تشریق، عیدالفطر اور عیدالاضحی کی نماز نہیں ہے سوائے شہر کی جامع مسجد میں.

تحقیقی وضاحت: 1. اللہ تعالی نے قران مجید میں جمعہ کے تعلق سے حکم دیا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوۡمِ ٱلۡجُمُعَةِ فَٱسۡعَوۡاْ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلۡبَيۡعَۚ ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ﴾ [الجمعة ٩]

یہاں اللہ رب العالمین نے جمعہ قائم کرنے کی کوئی تخصیص نہیں کیا ہے کوئی فرق نہیں کیا، ایمان والوں سے خطاب کیا ہے تو جہاں بھی ایمان والے ہوں چاہے گاؤں میں ہوں یا شہر میں کہیں بھی ہوں جمعہ قائم کریں گے، کیونکہ اللہ تعالی نے یہی حکم دیا ہے اور اس حکم سے گاؤں، دیہات کو نکال دینا یہ صحیح مرفوع دلیل کا محتاج ہے جس سے تخصیص کی جاسکے کہ اس سے دیہات، گاؤں وغیرہ مستثنیٰ ہیں جو ہمارے پاس نہیں ہے، اور جو علی رضی اللہ عنہ کی روایت اس سلسلے میں پیش کی جاتی ہے وہ ضعیف ہے جس کی وضاحت ان شاءاللہ آگے آرہی ہے۔

2. امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب باندھاہے " **باب الجمعة في القرى والمدن** "گاؤں اور شہر میں جمعہ کا بیان۔

اس سلسلے میں ابن عباسؓ کی روایت داخل کرتے ہیں جس میں ہے"**عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى مِنْ الْبَحْرَيْنِ**" [صحيح بخاری رقم 892، سنن أبو داود 1068]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ بنو عبدالقیس کی مسجد میں ہوا جو بحرین کے ملک جواثی میں تھی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں وکیعؒ کی روایت کے حوالے سے جواثی کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ بحرین کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے، مزید لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عبدالقیس نے اللہ کے نبی ﷺ کے حکم سے جمعہ قائم کیا جیساکہ صحابہؓ کی عادت

تھی۔ (فتح الباری 2/380)

آپ یہاں دیکھ رہے ہیں کہ مسجدِ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلا جمعہ گاؤں میں قائم ہوا نبی ﷺ کے حکم سے، اگر دیہات، گاؤں میں جمعہ صحیح نہ ہوتا تو نبی ﷺ ایسا نہیں کرتے اور نہ ہی رب العالمین نے اس پر کوئی حکم نازل فرمایا جس سے معلوم ہو کہ گاؤں وغیرہ میں جمعہ منع ہے، اسی حدیث پر امام ابوداؤدؒ نے بھی باب قائم کیا ہے "باب الجمعة فی القری" گاؤں میں جمعہ کا بیان۔

3. امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں رقم 1068 میں " قَرْيَةٌ مِنْ قُرَى الْبَحْرَيْنِ۔ قَالَ عُثْمَانُ: قَرْيَةٌ مِنْ قُرَى عَبْدِ الْقَيْسِ" کے اضافے کے ساتھ بیان کیا جس سے مکمل واضح ہوتا ہے کہ بحرین کے گاؤں میں سے ایک گاؤں تھا۔

صاحب عون المعبودؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ وغیرہ نے جو علیؓ کی روایت سے حجت پکڑی ہے کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہے اس کو امام احمدؒ وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

اور مزید گاؤں میں جمعہ قائم کرنے کی دلائل کو ذکر کیا ہے۔

١. مصنف ابن ابی شیبہؒ میں عن عمر سے روایت ہے کہ : "أنه كتب إلى أهل البحرين أن جمعوا حيثما كنتم"

عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اہل بحرین کو ایک خط لکھا کہ تم لوگ جہاں بھی رہو جمعہ قائم کرو۔ یہ بات گاؤں اور شہر دونوں کو شامل ہے اور ابن خزیمہؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (عون المعبود 3/280)

٢. امام بیہقیؒ نے ولید بن مسلمؒ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ " سَأَلْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ، فَقَالَ: «كُلُّ مَدِينَةٍ أَوْ قَرْيَةٍ فِيهَا جَمَاعَةٌ وَعَلَيْهِمْ أَمِيرٌ أُمِرُوا بِالْجُمُعَةِ فَلْيُجَمِّعْ بِهِمْ. فَإِنَّ أَهْلَ الْإِسْكَنْدَرِيَّةِ وَمَدَائِنَ مِصْرَ، وَمَدَائِنَ سَوَاحِلِهَا كَانُوا يُجَمِّعُونَ الْجُمُعَةَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِأَمْرِهِمَا، وَفِيهَا رِجَالٌ مِنَ الصَّحَابَةِ" [السنن الكبرى للبيهقي3/254 رقم 5612]

٣. امام عبدالرزاقؒ نے ابن عمرؓ سے صحیح سند کے ساتھ تخریج کیا ہے" أنه كان يرى أهل المياه بين مكة والمدينه يجمعون فلا يعيب عليهم" [المصنف عبدالرزاق3/170]

عبداللہ بن عمرؓ اہل میاہ کو مکہ اور مدینہ کے درمیان جمعہ قائم کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان پر عیب نہیں لگاتے تھے۔[عون المعبود 280-281 /3، فتح الباري2/380]

٤. جعفر بن برقانؒ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدی بن عدیؒ کے پاس ایک خط لکھا کہ "أيما أهل قرية ليسوا بأهل عمود ينتقلون، فأمر عليهم أميرا يجمع بهم" [مصنف ابن أبي شيبة 4/87 رقم 5171]

4. صحیح بخاری وغیرہ میں ہے :" عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيِّ فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ يُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ

وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمْ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هَذَا " [صحيح بخارى 902، صحيح مسلم847]

عوالی کی تفسیر میں حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ مدینہ سے چار میل سے کچھ زائد پر ہے حافظ ابن حجرؒ مزید لکھتے ہیں کہ :" وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ فِيهِ رَدٌّ عَلَى الْكُوفِيِّينَ حَيْثُ لَمْ يُوجِبُوا الْجُمُعَةَ عَلَى مَنْ كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ كَذَا قَالَ وَفِيهِ نَظَرٌ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ وَاجِبًا عَلَى أَهْلِ الْعَوَالِي مَا تَنَاوَبُوا وَلَكَانُوا يَحْضُرُونَ جَمِيعًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ " [فتح البارى ٢/٣٨٦]

امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ اس میں کوفیوں پر رد ہے کیونکہ ان کے نزدیک شہر کے باہر جمعہ واجب نہیں ہے اسی طرح حافظ رحمہؒ اللہ امام قرطبیؒ کی بات پر کہتے ہیں کہ ان کی بات محل نظر ہے؛ کیونکہ اگر اہل عوالی پر جمعہ واجب ہوتا تو وہ لوگ باری باری نہ آتے بلکہ ایک ساتھ تمام لوگ حاضر ہوتے واللہ اعلم۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عوالی مدینہ کے ارد گرد قریوں کو کہتے ہیں۔ [المنهاج٦/١٣٤]

علامہ عظیم آبادیؒ سنن ابو داؤد کی شرح عون المعبود میں حدیث کی شرح کرتے ہوئے عوالی کے سلسلے میں رقمطراز ہیں کی عوالی یہ عالیہ کی جمع ہے جس کے معنی جگہ اور گاؤں کے ہیں جو مدینہ کی مشرقی جانب پر واقع ہے۔ [عون المعبود 3/268]

5. علامہ مجد ابن تیمیہؒ اور علامہ شوکانیؒ وغیرہ بھی گاؤں وغیرہ میں جمعہ کو قائم کرنے کے قائل ہیں تفصیل کے لیے دیکھیں۔[نیل الاوطار 247-260 /6]

اور ہدایہ وغیرہ میں جو دلیل ذکر کیا گیا ہے۔ " **لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع** "

1. اس حدیث کی تخریج امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے المصنف 84/4 میں کیا ہے مختلف الفاظ کے ساتھ۔

2. اور اس کی تخریج امام ابو بکر عبدالرزاق الصنعانیؒ نے بھی المصنف 440/3 رقم 5324 میں کیا ہے عن معمر عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي کی سند سے، دوسری سند **عن الثوري عن زبيد عن سعد بن عبيدة عن أبي عبدالرحمان السلمي عن علي قال. لا جمعة... الخ**

*اس حدیث کو مذکورہ محدثین عظامؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

1. امام احمد بن حنبلؒ نے ضعیف قرار دیا، اور امام نوویؒ نے اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے۔[المجموع ٤/٥٠٥]

2. امام ابن الملقنؒ نے لا يصح قرار دیا ہے۔ [البدر المنير 4/591]

3. علامہ ابن قدامہؒ نے لم يصح کہا ہے. [المغنی3/208]

4. علامہ شوکانیؒ نے کہا ہے یہ حدیث حجت پکڑنے کے لائق نہیں ہے۔[نیل الاوطار 6/260]

5. علامہ البانیؒ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے حتی کہ امام البانیؒ نے کہا کہ مرفوعا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ [الضعيفة رقم 917]

6. امام شعبہ بن الحجاجؒ نے منکر قرار دیا ہے۔[الکامل فی الضعفاء 1/469]

7. علامہ الزیلعی حنفیؒ نے غریب قرار دیا ہے۔ [نصب الرایۃ 2/195]

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ گاؤں، دیہات وغیرہ میں جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان بغیر تخصیص کے ہے، اسی طرح سب سے پہلے جو جمعہ مسجد رسول ﷺ میں ہوا اس کے بعد سب سے پہلا جمعہ گاؤں میں ہوا نبی ﷺ کے حکم سے اگر جائز نہیں ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ ایسا کیوں کرتے؟

دوسری بات تو یہ ہے کہ اس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنا درست ہی نہیں ہے کیونکہ یہ روایت علی رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے جیسا کہ امام زیلعی حنفیؒ وغیرہ نے اس کی وضاحت کی ہے، تیسری بات یہ ہے کہ یہ روایت سخت ضعیف ہے آپ دیکھیں کہ محدثین اور علماءؒ کی ایک لمبی فہرست ہے جو اس حدیث کو ضعیف قرار دیتی ہے تو ایک شرعی حکم کیسے ایک ضعیف روایت سے اخذ کیا جا سکتا ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو اور اس کے برخلاف دیگر صحیح روایات موجود ہیں کہ گاؤں وغیرہ میں جمعہ کا قیام ہوگا۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

★ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: علم وہ نہیں جسے یاد کر لیا جائے بلکہ علم وہ ہے جو فائدہ دے۔ حلیة الاولياء 9/123

★ امام ابن باز رحمہ اللہ نے فرمایا: طالب علم اپنے علم کو نہ چھپائے، بلکہ لکھتا رہے، خطبہ دے، بدعتیوں اور اسلام کے مخالفین پر رد کرے۔
مجموع فتاویٰ لابن باز 7/230

★ ”بخدا! میں اللہ تعالیٰ سے دنیا اس لیے مانگا کرتا تھا تاکہ علم اور علماء کی خدمت کر سکوں۔“ (الإمام الوزير: ابن هبيرة الحنبلي رحمه الله ت

تاریخ بیت المقدس

ضمیر جمال جمال اختر الجامعی
طالب: كلية التربية قسم الدراسات
الإسلامية جامعة المجمعة الرياض

بیت المقدس ان شہروں میں سے ایک ہے جسے نوع انسانی عزت و تکریم کی نگاہوں سے دیکھتی ہے اکثر انبیاء اسی شہر میں پیدا ہوئے، اور یہی شہر ان کی تبلیغ کا مرکز رہا، یہ شہر مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں تینوں کے لیے یکساں متبرک ہے، اہل اسلام کا قبلۂ اول، حرم کعبہ اور حرم نبوی کے بعد تیسرا شہر مقدس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد 16 یا 17 ماہ اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے، سفر معراج میں یہی شہر آپ کا منزل اول تھا، یہیں آپ نے انبیاء کی امامت فرمائی، یہیں پر سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا تعمیر کردہ وہ معبد ہے جو بنی اسرائیل کے نبیوں کا قبلہ تھا، اور اسی شہر سے ان کی تاریخ وابستہ ہے۔

بیت المقدس پہاڑیوں پر آباد ہے، انہی میں سے ایک پہاڑی کا نام ہے کوہ صہیون جس پر مسجد اقصی اور قبۃ الصخرہ واقع ہیں، کوہ صہیون کے نام پر ہی یہودیوں کی عالمی تحریک صہیونیت قائم کی گئی،

القدس اسی عرض مقدس کا ایک بڑا شہر ہے اور اس کا دارالحکومت ہے،

اس کو عبرانی زبان میں یروشلم بھی کہتے ہیں،

بیت المقدس کی اسلامی تاریخ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے شروع ہوتی ہے جب آپ نے عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں شہر **"الخلیل"** میں پڑاؤ ڈالا، سیدنا ابراہیم کے بڑے فرزند اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے مکہ آباد کیا اور آپ کے دوسرے فرزند سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بڑے فرزند یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس اور مسجد اقصی کو تعمیر کیا،

اس کے چند سالوں کے بعد جب فلسطین فاقہ کا شکار ہوا اور یوسف علیہ الصلوۃ والسلام مصر کے بادشاہ بنے تو انہوں نے اپنے والدین اور تمام بھائیوں کو مصر بلا لیا یہاں وہ خوب پلے بڑھے، لیکن جب فرعون مصر (رمسیس دوم کے زمانے میں ظلم و زیادتی کے شکار ہوئے تو حضرت موسی علیہ السلام اللہ کے حکم سے انہیں مصر سے نکال کر فلسطین کی طرف لے گئے، فرعون نے ان کا تعاقب کیا لیکن بحر احمر میں ڈبو دیا گیا، فلسطین آکر بنو اسرائیلیوں نے طرح طرح کی نافرمانیاں شروع کر دیں جس کی وجہ سے اللہ نے انہیں وادی تیہ میں 40 سال تک کے لیے بھٹکا دیا،

موسی علیہ السلام کی وفات کے بعد یوشع بن نون

نے عمالقہ جو اس وقت بیت المقدس پر قابض تھے ان سے جنگ لڑی اور بیت المقدس کے علاقے کو فتح کیا، اور ان کے بعد سیدنا طالوت کی قیادت میں ایک جنگ لڑی گئی جس میں داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے جالوت کو قتل کیا، اور اس طرح فلسطین کے سارے علاقے پر سیدنا طالوت کی حکومت قائم ہو گئی، آگے چل کر سیدنا داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی، انہوں نے اسرائیلیوں کے درمیان جاری تمام اختلافات کا خاتمہ کیا اور یبوسیوں (ایک کنعانی قوم) کو شکست دے کر مملکت اسرائیل کی بنیاد رکھی، اور **"یروشلم"** کو اپنا دارالحکومت بنایا، ان کے بعد سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر اور تجدید کی گئی اس لیے یہودی بیت المقدس کو ہیکل سلیمانی کہتے ہیں،

بیت المقدس کو 558 قبل میلادی میں شاہ بابل العراق بخت نصر نے مسمار کر دیا تھا اور ایک لاکھ یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ عراق لے گیا بخت نصر کے بعد شہنشاہ فارس نے بابل فتح کر کے بنو اسرائیل کو فلسطین واپس جانے کی اجازت دے دی، اور وہاں آکر انہوں نے یروشلم کو آباد کیا، چھوٹی موٹی ریاستیں تشکیل دیں، لیکن ان میں پھر وہی خرابیاں آگئیں حتی کہ ان کے علماء بھی شراب اور زناکاری، میں ملوث پائے گئے جس کی وجہ سے کبھی یونانیوں کبھی بابلیوں اور کبھی رومیوں نے انہیں اپنا غلام بنایا،

حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع سماء کے بعد اللہ نے ان پر سن 70 عیسوی میں رومی حاکم ٹیٹس کو مسلط کر دیا جس نے ایک لاکھ 33 ہزار یہودیوں کو قتل کر دیا، 67 ہزار کے قریب غلام بنا لیے گئے، یروشلم اور ہیکل سلیمان دونوں کو مسمار کر دیا گیا،

بیت المقدس اسلام کے زیر نگین:

نبی ﷺ کا مکہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان تک کا سفر، پھر واپسی پر انبیاء کی امامت، یہ ساری چیزیں اس بات کا واضح ثبوت تھیں کہ بیت المقدس اب اسلام اور مسلمانوں کے زیر سایہ ہونے کو منتظر ہے،

پھر آپ کا 16 یا 17 ماہ اس طرف رخ کر کے نماز پڑھنا بھی اس کا بین ثبوت تھا،

جنگ یرموک کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم ملنے پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوئے، اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالی عنہ کی قیادت میں سن 17 ہجری بمطابق 638 عیسوی میں چار ماہ تک القدس کا محاصرہ کیے رہے، عیسائی قلعہ بند ہو کر لڑ رہے تھے، یہاں تک کہ مسلم فوج کو ان پر فتح اور غلبہ حاصل ہو گیا، اور رومیوں نے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے،

بیت المقدس کے پوپ عیسائی پادری **صفرنیوس** نے یہ شرط رکھی کہ اس کی چابیاں خلیفۃ

المسلمین کے سوا کسی اور کے سپرد نہیں کروں گا پھر عمر رضی اللہ تعالی عنہ القدس تشریف لائے اور عہد نامہ تحریر کیا جس کو **"میثاق عمر"** کہا جاتا ہے، جس میں اپ نے ایلیا یعنی بیت المقدس کے تمام عیسائیوں کو جان و مال، عزت و ابرو، گرجا و کلیسا کو مامون قرار دیا اور انہیں دینی و مذہبی آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کا فرمان جاری کیا،

بیت المقدس خلافت راشدہ کے بعد:

اس فتح عظیم کے بعد یہ شہر کئی صدیوں تک مسلمان سلطنت کا حصہ رہا اس کے بعد جب بنو امیہ کی حکومت آئی تب بھی بیت المقدس امن و امان اور علم و عرفان کا گہوارہ بنا رہا اس دور کے عظیم ترین چیزوں میں سے ایک **"قبۃ الصخرۃ"** ہے جسے عبدالملک بن مروان نے عین اسی جگہ پر تعمیر کروایا تھا جہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر پر آسمان کی طرف روانہ ہوئے تھے،

اموی خلافت کے بعد فلسطین عباسیہ کے ماتحتی میں آگیا، خلیفہ مامون اور اس کے بیٹے مہدی نے شہر کی زیارت بھی کی،

جب خلافت بنو امیہ کا آفتاب روبہ زوال ہو کر غروب ہوگیا، اور اس کی جگہ عباسی خلیفہ نے لی تو بیت المقدس بھی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ عباسی خلفاء کی حاکمیت میں چلا گیا،

لیکن تیسری صدی ہجری میں فلسطین کے شہروں پر عباسی حکومت کی گرفت کمزور ہوتی چلی گئی اور چوتھی صدی ہجری آتے آتے عالم اسلام میں چھوٹی چھوٹی چند سلطنتیں قائم ہوگئیں،

انہیں سلطنتوں میں سے ایک سلجوقی سلطنت، اور ایک رافضی فاطمی سلطنت تھی یہ انتہائی بدترین قوم تھی اور اس نے سنی سلجوقی حکومت پر حملہ کرنا شروع کر دیا، جب یورپ کے عیسائیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی دو ریاستیں بیت المقدس کے لیے لڑائی کر رہی ہیں تو ان لوگوں نے 493 ہجری بمطابق 1099 عیسوی میں ایک زبردست حملہ کر کے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا،

اور فاطمی حکومت کا گورنر فدیہ دے کر بھاگ گیا،

اس کے بعد مسجد اقصی کو گرجاگھر میں تبدیل کر دیا، مسجد اقصی اور قبۃ الصخرۃ پر صلیب نصب کر دیا،

اور مسجد اقصی کے برآمدوں کو گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا، اور تقریبا 90 سال تک ان کے قبضے میں رہا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی صلیبیوں کے اس قبضے کے بعد اللہ رب العالمین نے ان کے مقابلے کے لیے اس دور میں سلطان نورالدین زنگی کو کھڑا کیا انہوں نے ہر محاذ پر نہ صرف صلیبیوں سے سخت مقابلہ کیا بلکہ ان کی راہ میں حائل بن کر کھڑے ہو گئے، یہاں تک کہ سلطان نور الدین زنگی بعض شہروں اور جاگیروں کو واپس لینے میں کامیاب ہو گئے،

ان کی وفات کے بعد غازی ملت سلطان صلاح الدین ایوبی نے یہ سلسلہ باقی رکھا اور قبلۂ اُول کی آزادی کے لیے تقریبا 16 جنگیں لڑی اور تمام جنگوں میں یورپی صلیبیوں کو شرمناک شکست دی، ان کی سب سے بدترین

شکست حطین کے معرکے میں ہوئی جس میں 30 ہزار سے زیادہ عیسائی مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے،

یہ معرکہ 538 ہجری مطابق 1187 عیسوی میں پیش آیا، 27 رجب 538 ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو صلیبیوں کے ناپاک چنگل سے آزاد کرا کر ان کی غلاظتوں سے اسے پاک کیا، اور اس پر لگی ہوئی صلیب توڑ دی، پھر اس کے مناروں سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں،

پہلی جنگ عظیم تک یہ بیت المقدس سلطنت عثمانیہ کا حصہ رہا، اس کے مقابلے کے لیے قوم یہود نے ہر طرح کے حربے استعمال کرنا شروع کر دیے تھے، خلافت عثمانیہ کے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید اپنی واضح پالیسی، اور دو ٹوک ایمانی رد عمل کی وجہ سے جانے اور پہچانے جاتے تھے،

ان لوگوں نے سلطان عبدالحمید کو بھی لالچ دیا اور ایک موٹی رقم اور مزید کچھ ہدیہ و تحائف لے کر ترکی کے یہودیوں کا ایک وفد سلطان عبدالحمید سے ملا، اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ فلسطین اگر یہودیوں کو دے دیا جائے تو اس کے بدلے ہم خلافت عثمانیہ کے ماتحت رہ کر خلافت کے سارے قرضے اتار دیں گے لیکن سلطان نے ان ساری مادی چیزوں کے ذریعے اپنے ایمان کا سودا کرنے سے صاف انکار کر دیا اور دو ٹوک الفاظ میں کہا "والله لقبضة تراب قدس أحب إلي مما ترغبوني إليه"

"اللہ کی قسم ! بیت المقدس کی ایک مٹھی بھر مٹی مجھے اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس کی تم مجھے لالچ دے رہے ہو."

لیکن آخر میں صہیونیوں نے چند ضمیر فروشوں اور غدار لوگوں کی مکاری اور دغابازی کی بدولت سلطان کو خلافت سے معزول کر دیا ،

اسی دوران دسمبر 1917ء میں پہلی جنگ عظیم کے اختتام تک انگریزوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کر کے یہودیوں کو آباد ہونے کی عام اجازت دے دی،

اور یہود و نصاری کی سازش کے تحت نومبر 1947ء میں اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی نے جلد بازی اور دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا، اور 1948ء میں یہودیوں نے ناجائز اور غاصبانہ طور سے اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا،

اسی وقت سے فلسطین کا اکثر حصہ ان ظالموں کے قبضہ میں ہے اور یہ نہتے اور مظلوم فلسطینیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں ۔

فإلى الله المشتكي وعليه التكلان

مصادر و مراجع:

- تاریخ القدس، عارف باشا العارف
- فلسطين التاريخ المصور، د طارق السويدان
- بیت المقدس اور فلسطین - حقائق و سازشوں کے آئینے میں، مولانا عنایت اللہ ندوی
- تاریخ بیت المقدس، ممتاز لیاقت
- القدس والمسجد الأقصى - عبر التاريخ، الدكتور محمد علي البار
- تاریخ بیت المقدس، لابن الجوزي

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

مولانا آزاد ایک عظیم مرد مجاہد

محمد نسیم لعال محمد
متعلم: جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ امام الہند مولانا اُبوالکلام آزاد ایک عبقری، نابغہ روز گار اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی ذہانت وفطانت اور علم وبصیرت سے نوازا تھا، وہ ایک ماہر عالم دین، عظیم مفکر و فلسفی، بلند پایہ خطیب وادیب اور میدان سیاست کے ایک کامیاب وممتاز سیاستداں تھے، محبت وطن سے حد درجہ سرشار اور ہر وقت آزادی وطن اور عوام کی فلاح وبہودی کے لیے فکر مند رہنے والے ایک مقبول قائد تھے، پرامن بقائے باہم اور ملکی اتحاد و قومی یکجہتی کے عظیم علمبردار تھے، انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے بہت ہی جانفشانی اور سخت محنت وکوشش کی اسی لیے اس قومی اتحاد کو منتشر کرنے والے شرپسند عناصر کی زبردست زجر وتوبیخ کرتے اور ایسے بیان دینے والوں کی سخت نوٹس لیتے، خود ہمیشہ ایسے بیان وتحریر سے پرہیز کرتے تھے جس سے ہندو مسلم اتحاد پر ضرب پڑے، کیونکہ ان کے نزدیک ملکی اتحاد اور قومی ہم آہنگی کے بغیر آزاد کا خواب دیکھنا بہت بڑی بھول تھی، وہ فقط مسلمانوں کے ہیرو اور رہنما نہ تھے بلکہ پورے ہندوستان کے ایک مقبول اور لائق اعتماد قائد تھے، وہ صرف ایک بے باک ودلیر مجاہد ہی نہیں بلکہ لشکر مجاہدین کے اولین سپہ سالار تھے، انہوں نے تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون میں شرکت کرکے بہت سے انمٹ نقوش اور لازوال کارنامے انجام دیئے، انہوں نے **"بھارت چھوڑو"** نعرہ جو کہ نہایت ہی انقلابی، پرجوش اور ولولہ انگیز تھا جب بلند کیا تو برطانوی حکومت کی چولیں ہل گئیں اور اسے یقین ہو چلا کہ اب ہمارا اقتدار زیادہ دن تک قائم رہنے والا نہیں ہے.

آزادی ہند میں انگریزوں کو ملک سے بھگانے اور ان کے ناپاک قدم کو اکھاڑ پھینکنے اور ظلم واستبداد کے پنجوں سے وطن عزیز کو چھڑانے کے لیے انہوں نے جو کدو کاش، جدوجہد، سعی پیہم اور انتھک محنت ومشقت کی ہے اس سے کوئی بھی سچا محب وطن اور عقلمند انسان چشم پوشی نہیں کر سکتا۔

تحریک آزادی میں انہوں نے ایک جانباز سپاہی کی طرح تن من دھن کی بازی لگادی بلکہ اپنے آپ کو ملک کی سالمیت اور وطن عزیز کو تمغۂ آزادی دلانے کے لیے وقف کر دیا کیونکہ وہ فقط گفتار کے غازی نہ تھے بلکہ میدان عمل

وکردار کے بھی مرد مجاہد تھے، انہوں نے دن رات کی بے پناہ اور عظیم کوششوں کے ذریعہ عوام کے آزای کے سنہرے خواب کو شرمندہ تعبیر کیا۔

اتنے دور اندیش اور بابصیرت سیاستداں تھے کہ ان کے مشورے کے بغیر سیاسی پالیسیاں طے نہیں ہوتی تھیں، جنہیں پنڈت نہرو اور گاندھی وغیرہ اپنا مشیر خاص سمجھتے تھے، جنھوں نے گاندھی افکار و نظریات کی تشہیر کے لیے پورے ملک کا دورہ کیا، جن کی سیاسی بصیرت کے معترف گاندھی، نہرو اور سردار پٹیل بھی تھے اور وہ انہیں اپنا سچا رہنما اور مخلص وفادار ساتھی مانتے تھے، محبت وطن سے اس قدر لگاؤ اور اس کی راہ میں جانثاری وجذبہ فداکاری کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی قیمت پر برطانوی حکومت کو برداشت کرنے اور ان سے کسی بھی طرح سمجھوتہ کرنے کے لئے ہر گز تیار نہ تھے، ان کے ناپاک وجود کو اپنے لیے باعث عار اور اسے ختم کرنے کے لیے ہر ممکن تدبیر عمل میں لاتے تھے، جس کے لیے انہوں نے ہر ممکن محاذ پر کوششیں جاری رکھیں،

انہوں نے اپنی خداداد صلاحیت کی بنیاد پر صحافت وخطابت کے ذریعے عوام میں آزادی کی روح پھونکنے کی کامیاب کوشش کی، جس کی وجہ سے ایوانِ انگریز میں زلزلہ برپا ہوگیا اور عوام آزادی کے لیے بے تاب نظر آنے لگی، انہوں نے انگریز کو دیش بدر کرنے کے لیے متعدد جرائد ورسائل کی ادارت کی جن میں **الھلال** اور **البلاغ** سرفہرست ہیں، ان میں علم وادب، تہذیب وثقافت، تاریخ وفلسفہ اور سیاست ومعاشرت کے ساتھ آزادی وطن کے حوالے سے بہت سے ولولہ انگیز اور انگریز دشمنی پر مبنی، حریت وآزادی پر ابھارنے والے اور ملکی اتحاد وحفاظت کے لیے جانثاری کی دعوت دینے والے وقیع اور اہم مضامین وتحریر بھی شائع ہوتے تھے، جو عوام میں گلوکاز کا کام کرتے تھے، لوگ ان کا بڑی شدت سے انتظار کرتے تھے، آہستہ آہستہ جب رسالہ **الھلال** کے مثبت اور دوررس نتائج نظر آنے لگے تو انگریز حکومت نے فوراً حرکت میں آکر اس پر پابندی لگادی، لیکن پھر بھی آپ نے ہمت نہ ہاری بلکہ اس مشن کو استمرار بخشنے اور عوامی افکار و نظریات میں آزادی کا چراغ روشن رکھنے کے لیے **البلاغ** نامی دوسرے رسالے کا آغاز کیا، اس کا نام گرچہ الگ تھا لیکن دونوں کے مقصد میں مکمل یگانگت تھی، لوگوں کے ان اخبارات ورسائل سے شوق ولگاؤ کا یہ عالم تھا کہ اگر پتہ چل جاتا کہ مولانا کا رسالہ فلاں علاقے میں پہونچ چکا ہے تو سب لوگ وہاں دوڑپڑتے اور بیک وقت سب یکجا ہو جاتے پھر ایک بلند آواز عقلمند قاری اسے پڑھتا اور سب لوگ ہمہ تن گوش سماعت کرتے، غرض کہ مولانا کی مخلص صحافت نے دیش کی آزادی میں اہم کردار ادا کیا ہے، ان کی تحریریں مطلب ومفاد پرستی سے بالا تر، حد درجہ خلوص، بے نفسی وبے لوثی، صداقت وحقیقت پسندی، جرأت وہمت اور وطن پرستی کے جذبے

سے معمور ہوتی تھیں۔

احمد سعید ملیح آبادی لکھتے ہیں: "مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت تجارت نہیں تھی بلکہ ان کی صحافت کا بنیادی مقصد مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی، ملک کی آزادی اور عوام کو برطانوی سامراج کے غلامی سے نجات دلانا تھا اس بات کی وضاحت خود مولانا نے الہلال کے پہلے ہی شمارے میں اس طرح کی تھی" اگر میرے تمام کام تجارتی کاروبار اور ایک دکاندارانہ شغل ہیں جس سے میں قومی خدمت اور ملت پرستی کے نام سے گرم بازاری پیدا کرنا چاہتا ہوں تو قبل اس کے کہ میں اپنی جگہ سے سنبھل سکوں وہ میری عمر کا خاتمہ کر دے اور میرے تمام کاموں کو ایک دن بلکہ ایک لمحے کے لیے بھی کامیابی کی لذت چکھنے نہ دے "(عظیم صحافی رہنما: الہلال 1912، جولائی 13)

انہوں نے اپنی بے نظیر و دلکش زور بیان کے ذریعہ انگریزوں کی نیند اڑا دی، اپنی قوت خطابت کا بھرپور استعمال کر کے بہت سے بے مثال کارہائے نمایاں انجام دیئے بلکہ یوں کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا کہ ان کے پرزو اور مؤثر خطابت کے سامنے بڑی بڑی فوجی طاقتیں، جنگی طیارے اور توپیں بھی ماند پڑ جاتی تھیں، ان کے سحر آموز تقریر، بلند پایہ خطابت اور شعلہ بیانی کے معترف دشمنانِ ہند انگریز بھی تھے، اپنے دور کے بڑے بڑے خطباء جو سرزمین ہند میں نمودار ہوئے وہ انہی کے لاجواب شجر خطابت کے خوشہ چیں تھے ان کے شاہکار اور علم و بصیرت سے لبریز خطبات کا مجموعہ آج بھی موجود ہے، شاید وہ ہندوستان کے پہلے رہنما ہیں جنہوں نے متحدہ قومیت کے لیے فن خطابت کا سہارا لیا، انہوں نے اس مشکل گھڑی میں قوم کو صحیح سمت دکھلایا جب ہمارے دیش کے بہت سے نام نہاد اور دل چور رہنما اپنے متعلق یہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ انہیں معرکہ آزادی میں کیسے اور کس طرح حصہ لینا ہے؟!!!

تحریک آزادی میں کامیابیوں کا سہرا سجانے والی انڈین نیشنل کانگریس اپنی سو سالہ تاریخ عزیمت میں اس جیسا قابل رہنما پیش نہیں کر سکتی، ان کے نظریہ سیاست، بلند فکر اور حب الوطنی کو سراہتے ہوئے گاندھی جی نے کہا تھا **"مولانا کی دیش بھگتی اسی طرح پختہ ہے جس طرح اسلام میں ان کا عقیدہ"** (فخر وطن:368)

انہوں نے ایک وطن پرست اور سچے رہنما کا رول ادا کرتے ہوئے 1911ء میں جس طرح قومی یکجہتی، ہندو مسلم اتحاد اور ملک کی حفاظت کی خاطر آواز بلند کی اور تحریک چلائی تھی اس طرح کی سچی وفاداری و جاں نثاری، حکمت عملی اور جذبے کی صداقت اس دور کے اکثر سیاستدانوں کے یہاں مفقود نظر آتی ہے

لیکن آزادیٔ قوم کی خاطر انہیں کتنی جاں گسل وادیاں طے کرنی پڑیں، کتنی اذیتوں، پریشانیوں اور بے چینیوں سے دوچار ہونا پڑا، مصائب و آلام کی کتنی دشوار کن

پہاڑیاں سر کرنی پڑیں، اہل وعیال کو ترک کر کے کتنے سال جیل کے سلاخوں کے پیچھے گزارنے پڑے، کتنی راتوں کی نیند کو قربان کرناپڑااور دل میں جنم لینے والی کتنی خواہشیں و آرزوؤں کو قربان کرناپڑا۔

درحقیقت یہ راہ آزادی میں انگیز کی طرف سے کی جانے والی مشکلات کاایک دردناک پہلوہے جس کا صحیح اندازہ ہم جیسے عیش پرستوں اور ناز و نعم میں پلنے والوں کے لیے بہت ہی مشکل ہے،

آزادی کے بعد ہندوستان کے اولین وزیر تعلیم ہونے کی حیثیت سے ان کی تعلیمی وتعمیری خدمات جگ ظاہر ہیں، آج جتنے بھی علمی وسائنسی، فنی وتکنیکی یونیورسٹیاں نظر آتی ہیں یہ سب انہی کی کوششوں کا ثمرہ ہے

لیکن آزادی کے اتنے بڑے سپوت کے ساتھ آج جو ناانصافیاں کیجارہی ہیں، جس طرح آج انہیں یکسر بھلا دیا گیاہے، ان کے لازوال کارنامے وخدمات کو جس طرح طاق نسیان بنادیا گیا، بلکہ کچھ شرپسند عناصران کی شخصیت کو مشکوک کرکے انہیں صرف مسلمانوں کا قائد باور کرنے میں لگے ہیں وہ بڑاہی تکلیف دہ اور حد درجہ افسوسناک ہے اور موجودہ حکومت کی گندی ذہنیت وفسطائیت کا پتہ بھی دے رہی ہے-!!

اللہ مولانا علیہ الرحمہ کو غریق رحمت کرے اور ان کے جملہ خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔آمین

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

نبی ﷺ نے عالم کی تشبیہ سورج کے بجائے چاند سے کیوں دی ہے؟

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

إنَّ فضلَ العالمِ على العابدِ كفضلِ القمرِ ليلةَ البدرِ على سائرِ الكواكبِ"

عالم کی فضیلت عابد کے اوپر ایسی ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے.

الراوي: إبو الدرداء ○

إخرجه إبو داود (٣٦٤١)، والترمذي (٢٦٨٢)، وابن ماجه (٢٢٣)، وإحمد (٢١٧١٥) صححه الألباني (صحيح الجامع 6297)

امام قرافی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے چند فوائد ذکر کئے ہیں:

ا-عالم کامل ہوتا ہے نبی ﷺ کی اتباع کے بقدر کیونکہ نبی ﷺ سورج کی مانند ہیں اللہ نے فرمایا "وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا" (سورۃ الأحزاب:46)

جس طرح چاند پر سورج کی روشنی جتنی پڑتی ہے اتنا وہ چمکتا ہے بالکل اسی طرح ایک عالم کو اتباع نبی ﷺ کی کرنیں نکھارتی ہیں۔

۲-عالم جب نبی ﷺ سے بالکلیہ ہٹ جائے گا چاند کی طرح اسکی زندگی پر بھی گرہن لگ جائے گا.

۳-عابد کو ستارہ اس لئے کہا کیونکہ اسکی روشنی کا کچھ اثر نہیں ہوتا، کوئی بھی اس کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھا پاتا ہے بلکہ اس کہ روشنی اسی تک محدود رہتی ہے جبکہ چودہویں رات کے چاند کی روشنی گوشہ گوشہ کو روشن کردیتی ہے، لوگ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں. (الذخیرۃ ا/ ۴۳-۴۴)

علامہ ابن القیم نے بھی (مفتاح دار السعادۃ ۱/۱۰۳) میں کچھ اسی طرح کی بات کہی ہے۔

[ابوالفضل محمد رفیق (جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)]

مـیں فلسطین ہوں، مـیں فلسطین ہوں

عتیق آثر ندوی

بیت اقدسؔ ہے اک جلوہ گاہِ جہاں
اور اقصیٰؔ پر معراجؔ کی سیڑھیاں
مجھ میں یوروشلمؔ کا تقدس بھی ہے
منزل لوح ہوں مہبطِ قدسیاں
ارضِ زیتون ہوں باغِ والتین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

انبیاء کی زمیں خیر کا آستاں
قافلے حق کے ہوتے جہاں سے رواں
سر زمیں مَیں وہ آلِ براہیمؔ کی
میرے دامن میں ہے یوسفیؔ داستاں
خیر کی شر پہ واضح براہین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

پےَ بہ پےَ جبر کی اک نئی داستاں
سخت حالات میں عزم کا امتحاں
مستقل میری محصوریت ہی سہی
میری پرواز ہے آسماں آسماں
میں جواں عزم بازوئے شاہین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

ان کی تلمودؔ میں ہے جفا کیجئے
جبر و سازش دروغ و دغا کیجئے
سارے عالم میں صیہونیت ہو بپا
راز سینوں میں رکھئے نہ وَا کیجئے
حریت کا علَم فتحِ آئین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

ان کی بے غیرتی و بد اطوار سے
کون محفوظ تھا اُن کے آزار سے

انبیاء ورسل سے بھی اُلفت نہ تھی
قتل خنجری، مصلوبیت دار سے
ایک مدت سے رنجیدہ، غم گین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

بربریت سدا اُن سے شرمائے گی
مجھ پہ انسانیت ناز فرمائے گی
میرے پیرو جواں اور بچوں میں بھی
کیسے کج ہمتی راستہ پائے گی
سارے عالم میں میں داد و تحسین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

ہٹلری قوتوں کے ستائے گئے؟
کس نے مارا ، کہاں پہ بسائے گئے؟
ان لعینوں کے خنجر تلے آج تک
ایک مدت سے ہم آزمائے گئے
زخم ہی زخم ہے ، خوں سے رنگین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

ان کا مذہب ہے وہ ہیں حبیبِ جہاں
چاہے جتنی ہو انسانیت خوں چکاں
رب نے فرمایا لن ترضى عنك اليهود
اس لئے اُن سے پیمانِ اُلفت کہاں
امت مسلمہ کی میں تمکین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

یہ جو یورپ ترقی کی تصویر ہے
شرقِ اوسط کے پاؤں کی زنجیر ہے
ایک جنبش اثر گر تدبر کو دیں
ایک ٹھوکر پہ مغرب کی تقدیر ہے
میں دعائے مزین بہ آمین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

طلبہ مدارس کے نام ایک خوشخبری

ملک کے حالات سے آپ تمام احباب بخوبی واقف ہیں،اور خاص کرکے ہم مسلمان کس دور سے گزر رہے ہیں اس سے آپ لوگ با خبر ہیں۔ تعلیمی میدان میں ہم دوسروں سے کس درجہ پیچھے ہیں، جبکہ تعلیم ہی وہ چیز ہے جس سے نہ صرف ہمیں اپنے حقوق سے واقفیت ہوتی ہے بلکہ ہم اپنے حقوق لے سکتے ہیں۔ علم وہ دولت ہے جس کی چھاؤں میں ہم عزت کی زندگی گزار سکتے ہیں۔ انہیں تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مدارس کے وہ طلبہ جو مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد،مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یونیورسٹیوں یا کالجوں کا رخ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں،انکی مکمل رہنمائی کی جائے تاکہ کم سے کم وقت میں، سہی جگہ پر محنت کرکے اپنے ہدف کو پہنچ سکیں۔

اس لئے الگ سے ذمہ داران ٹرسٹ نے ایک شعبہ قائم کیاہے،مزید یہ کہ آپ کی مکمل رہنمائی ہوسکے اسکے لئے اس شعبہ کو چلانے کی ذمہ داری یونیورسٹی کے طلبہ کے حوالے کیاگیاہے جسکی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

شعبہ کانام: طلبہ مدارس کی رہنمائی اعلی تعلیم کی طرف

Guidance for students of madarsa towards higher education

ذمہ داران شعبہ:

۱. سکریٹری: شاداب ملک جے این یو (7081867337)

۲. نائب سکریٹری: ذکاءاللہ خان جامعہ ملیہ اسلامیہ (+918795218887)

معاونین:

1. احسان خان، دہلی یونیورسٹی
2. محمد آصف، ایم پی ایس چھتیس گڑھ
3. عبدالرحمان حفیظ الرحمٰن الجامعی ، دہلی یونیورسٹی

ہدف:- " وہ طلبہ جو مدرسے میں تعلیم حاصل کررہے ہیں یا کرچکے ہیں اور اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں یونیورسٹیوں اور کالجوں کی طرف جاناچاہتے ہیں انکی مکمل رہنمائی"

وہ شعبے (Departments)جس میں طلبہ مدارس کی رہنمائی کی جاسکتی ہے مندرجہ ذیل ہیں:

1) كلية الطب:MBBS AND BUMS
2) كلية الهندسة: Civil, Chemical And Mechanical Engineerings
3) كلية الصيدلة: D pharmacy and B pharmacy
4) كلية الصحافة
5) كلية الحقوق
6) كلية العلوم Computer science
7) كلية اللغة:

French, Farsi, Urdu, Arabic, German, Russian, Turkish, English, Spanish, and Chinese.

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

ٹرسٹ کا تعارف

مدیر مسؤل

قیام عمل: جامعہ اسلامیہ دریاآباد میں سال 2022ء نئے تعلیمی سال کی ابتدامیں ہم تمام کلاس ساتھی بعد نمازِ عشاء جامعہ کی مسجد میں ملک میں مسلمانوں کی تعلیمی حالت پر گفتگو کررہے تھے، جس میں سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ طلبۂ مدارس میں بہت سارے ایسے ذہین وفطین طلبہ رہتے ہیں جو عالمیت پوری کرنے کے بعد ملک کے اکثر شعبۂ جات میں امتحانات دیکر آگے بڑھ سکتے ہیں لیکن انھیں کوئی ایسی سبیل نظر نہیں آتی جوان کی مکمل رہنمائی کرسکے، یا کوئی ایسی جمعیت ہو جوانکی رہنمائی کے ساتھ ساتھ اپنی کفالت میں انکے تعلیم کو آگے بڑھا سکے، اسی طرح ملک کے مختلف شعبہ ہائے جات سے ایسے طلبہ کو آگے بڑھانے کی کوششیں کرسکے جو اپنی مادی پریشانیوں کے سبب تعلیم سے دور ہوکر مزدوری کرنے اور دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں، اسی طرح ایسے بچوں کے تعلیم کا مکمل انتظام کرنا جن لوگوں نے مادی پریشانیوں کی وجہ سے اب تک تعلیم کا آغاز ہی نہ کیا ہو، یہ اوراس جیسی بہت ساری باتوں پر ایک سود مند گفتگو ہوئی۔

انھیں تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم سب نے ملکرایک ٹرسٹ کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی جس کے ذریعے یہ سارے کام انجام دیئے جا سکیں، اس لئے باقاعدہ 17/مئی 2022 کوایک میٹنگ طلب کرکے اسکاافتتاح کیا گیا الحمدللہ۔

2. رجسٹریشن: 10/اکتوبر 2023 کو باقاعدہ سرکاری طور پر اسکا رجسٹریشن ہوا بنام **"آزاد ہند ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ۔"**

3. ٹرسٹ کے ذمہ داران:

امیر ٹرسٹ: محمد مجتبیٰ الجامعی

نائب امیر: لقمان احمد الجامعی

ناظم ٹرسٹ: ضمیر جمال الجامعی

نائب ناظم: خلیق اللہ الجامعی

خازن: محمد اسید الجامعی

نائب خازن: محمد رضوان الجامعی

منصرم: تبریز عالم الجامعی

ممبران: محمد سلیم، عاصم نورالدین، اشرف الدین، محمد شہزاد، دلاور حسین، شمیم اختر، شفیق الرحمن۔

4. شعبہ جات:

ٹرسٹ کے تمام ممبران کے آپسی مشورے کے بعد ٹرسٹ کو مزید آگے بڑھانے کے لئے چند شعبوں کا انتخاب کیا گیا جن کا مختصر تعارف یہ ہے۔

1 . شعبۂ نشرواشاعت

(1) کتاب وسنت کے دروس اور اسلاف کے اقوال کا پوسٹر بناکر شوشل میڈیا پر نشر کرنا۔

(2) علماء کے مؤلفات کی نشرواشاعت

(3) مجلہ کا اجراء

2. شعبۂ دعوت وارشاد:

۱. مساجد میں دروس اور خطبہ جمعہ کا انعقاد۔

۲. سالانہ اجلاس عام ، کانفرنس وغیرہ کاانعقاد۔

۳. علماء کے بیانات کا ویڈیو کلپ بناکر شوشل میڈیا پر نشر کرنا۔

3. شعبۂ یتامیٰ ومساکین :

(1) وہ غریب، مسکین بچے جو اپنی مادی حالت درست نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم سے دور ہوکر مزدوری وغیرہ کرنے پر مجبور ہیں ایسے بچوں کو تعلیم سے جوڑنا اور کفالت کی ذمہ داری لینا۔

2. جو طلبہ پیسے کی وجہ سے اپنی پڑھائی درمیان ہی میں چھوڑ کر کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں ان کے لئے مکافہ شہریہ جاری کرنا۔

3. ذہین وفطین طلبہ کو دیگر دوسرے علوم سے آراستہ کرانے کی کوشش کرنا۔

4. شعبہ ثقافت:

۱. مسابقات وغیرہ کاانعقاد۔

5. 2024 پروجیکٹ:

ٹرسٹ کے قیام کے بعد ہی سے ٹرسٹ الحمدللہ بقدر استطاعت رفاہی کاموں کو بحسن وخوبی انجام دے رہی ہے، جسکی تفصیل سالانہ رپورٹ کی شکل میں ٹرسٹ کے فیسبک پیج پر موجود ہے،اسی طرح مزید کاموں کا لائحہ عمل تیار ہے بشکل سن 2024ء پروجیکٹ۔

1. سہ ماہی برقی مجلہ پیغام حیات کی اشاعت.

2. سعودی جامعات میں طلبہ کے کاغذات اپلائی کرنا اور تمام مطلوبہ کاغذات کا عربی میں ترجمہ کرنا.

3. تعلیمی سال 2024-25 سے 10 غریب طلبہ کی تعلیمی کفالت کرنا.

4. یوپی وبہار میں تعلیم کو فروغ دو تحریک پر کانفرنس.

5. دوسرا کل ھند مسابقہ علمیہ.

6. کبار علماء ومشائخ کے دروس کاانعقاد.

7. علمی کتابوں کا آن لائن سلسلۂ دروس.

8. طلبہ مدارس کی اعلی تعلیم کی طرف رہنمائی۔

اخیر میں اللہ سے دعا ہے اللہ ٹرسٹ کے مقاصد کو کامیابی سے ہمکنار کرے اور ہم تمام لوگوں کو خلوص کے ساتھ عمل انجام کی توفیق دے۔آمین

❋ ❋ ❋ ❋ ❋